هٰذا بلاغٌ للنّاس

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ / مئی ۲۰۰۹ء

جامعہ دارالعلوم کراچی کی جدید جامع مسجد کی مغربی جانب کا بیرونی منظر

بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغٌ للناس

جامعہ دار العلوم کراچی کا ترجمان

نگران

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

مجلس ادارت

مدیر مسئول : مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مولانا محمود اشرف عثمانی　　مولانا راحت علی ہاشمی

ناظم

محمد انور صدیقی

ترتیب

فی شمارہ .... -/۲۵ روپے
سالانہ .... -/۲۵۰ روپے
بذریعہ رجسٹری .... -/۳۷۰ روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور
یورپی ممالک .... ۳۵ ڈالر
سعودی عرب، انڈیا اور
متحدہ عرب امارات .... ۲۷ ڈالر
ایران، بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا
کراچی ۷۵۱۸۰

بینک اکاؤنٹ نمبر

میزان بینک لمیٹڈ
کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ
اکاؤنٹ نمبر: 036-153

فون: ۵۰۴۳۴۹۹
۵۰۴۹۷۷۴

Email Address
darulolumkhi@hotmail.com
www.darululoomkhi.edu.pk

کمپوزنگ

ایس۔ بی۔ ایس انٹر پرائز کراچی

پبلشر محمد تقی عثمانی

پرنٹر القادر پرنٹنگ پریس کراچی

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب
استاد الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

وطنِ عزیز کی عسکری قیادت سے !

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنھوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

اس ملک میں سیاسی نظام کو کبھی بھی پُر اعتماد استحکام حاصل نہیں رہا، سیاست دانوں نے ملک کی ترقی اور عوام کی بہبود کی بجائے ذاتی مفادات پروٹوکول کا سج دھج، مسرفانہ مراعات اور مال وزر کے حصول ہی کو مقدم رکھا، ہر طرف اور ہر سطح پر اقتدار کی رسہ کشی معاشرے پر غالب رہی، نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اِسی مفاد پرستی کی خاطر ملک کے طول وعرض میں مختلف علاقائی، گروہی اور لسانی تعصّبات اُبھارے گئے، فرقہ واریت کو ہوا دی گئی، ملک کے ہر حصے میں امیر وغریب کے طبقاتی نمود ونمائش اور مظاہر کو پروان چڑھایا گیا اور قومی وحدت کو پارا پارا کرڈالا گیا، اس دوران ملک بھی ٹوٹ گیا اور اس کا ایک بڑا حصہ سیاست دانوں کی حماقت، دشمنوں کی سازش اور لسانی وگروہی عصبیت کے خنجر سے کاٹ کر جدا کر دیا گیا۔

بازار سیاست کا یہ منظر نامہ ملک کے ہر حصے میں آج بھی اپنی مکروہ شکل کے ساتھ کارفرما ہے اور ملکی سالمیت کے خلاف سرگرم عمل خوفناک عناصر پہلے سے کہیں زیادہ طاقتور ہو چکے ہیں۔

لیکن پاکستان کا ایک عام آدمی بھی اس حقیقت سے واقف ہے کہ پس منظر میں موجود، کارفرما مؤثر طاقت، عسکری قیادت کے ہاتھ میں ہے، بلکہ پچھلے ساٹھ سالہ ملکی تاریخ کے ایک بڑے حصہ میں عملاً بھی پیش منظر کے طور پر عسکری قیادت ہی برسر اقتدار رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں موجودہ حکومت کی طرف سے چیف جسٹس افتخار چودھری اور دیگر وہ جج صاحبان، جن کو پرویز مشرف نے اپنی آمرانہ ذہنیت سے معزول کردیا تھا اور پھر اس مکروہ اقدام کے خلاف ملک کے طول وعرض میں وکلاء، سیاست

دانوں اور معاشرے کے دیگر طبقات کی طرف سے ایک سال تک مؤثر احتجاج ہوتا رہا، حکومت اس کو نظر انداز کرتی رہی، تب نواز شریف کا لانگ مارچ طبل جنگ ثابت ہوا لیکن ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں سے ظاہر ہے کہ رات کے آخری پہر میں وزیر اعظم کی طرف سے ججوں کی بحالی کا یہ اعلان بھی پس پردہ عسکری قیادت کی ''اثر انگیزی'' کا عکس تھا، زرداری حکومت سے پہلے پرویز مشرف کی نو سالہ حکومت جابرانہ طمطراق کے ساتھ ملک کی سیاہ وسفید کی مالک بنی رہی اور قوم کے جذبات واحساسات اور ملکی مفادات ومصالح کے منافی احمقانہ فیصلے اور غلط پالیسیاں، جہاں پرویز مشرف کی خود پسندانہ اور آمرانہ سوچ کی پیداوار تھیں، وہاں فوجی وردی اور عسکری طاقت ہی کی پشت پناہی سے یہ تباہ کن اقدامات ممکن ہوسکے تھے، جن کا خمیازا آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔

طاقت، سیاست اور قیادت کا یہ کھیل ساٹھ سال سے جاری ہے اس دوران ملک کا آئین منسوخ بھی ہوا، معطل بھی ہوا، ترمیمات کا بھی شکار ہوتا رہا اور اپنی نافذ العمل شکل میں پوری بے دردی اور بے خوفی کے ساتھ نظر انداز بھی ہوتا رہا ـــــ اس خود غرضانہ مشق ستم کے باوجود آج بھی وہ نیک نیتی اور حسن عمل کے ساتھ درست شکل میں اپنی تنفیذ کا منتظر، سیاست دانوں اور بیوروکریسی کی عقابی نگاہوں کی راہ تک رہا ہے۔

دستور پاکستان میں ـــــ موجودہ ترمیم در ترمیم شدہ شکل کے باوجود ـــــ نظام مملکت کو چلانے، اسلام کا نظام عدل قائم کرنے، جرائم سے پاک معاشرہ تشکیل دینے، قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے اور ملک وقوم کی وحدت وترقی کیلئے ایسے زرین راہنما اصول موجود ہیں جن پر عمل کر کے ملک وقوم کو فکری اور عملی انتشار سے بچایا جاسکتا ہے۔

دستور پاکستان کے دیباچے کا پہلا پیراگراف اس طرح ہے:

''چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو جو اختیار واقتدار، اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا وہ ایک مقدس امانت ہے، چونکہ پاکستان کے جمہور کی منشا ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے ـــــ جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات ومقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں، جس میں قرار واقعی انتظام کیا جائے گا کہ اقلیتیں آزادی سے اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر

عمل کرسکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔"

دستور کے حصہ اول ابتدائیہ میں ثبت ہے کہ:

"(۱) مملکت پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگی جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا" ——
(۲) "اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا"۔

دستور کے حصہ دوم، حکمت عملی کے اصول کے ضمن میں یہ تصریح ہے کہ:

(۳۱)=۱= "پاکستان کے مسلمانوں کو، انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کیلئے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کیلئے اقدامات کئے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں" ___ =۲= "پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں مملکت مندرجہ ذیل کیلئے کوشش کرے گی":

الف:۔ "قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینا، عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنا"۔

ب:۔ "اتحاد اور اسلامی اخلاقی معیاروں کی پابندی کو فروغ دینا"۔

(۳۷) ز:۔ مملکت —— "عصمت فروشی، قمار بازی اور ضرر رساں ادویات کے استعمال، فحش ادب اور اشتہارات کی طباعت، نشر و اشاعت اور نمائش کی روک تھام کرے گی"۔

دستور پاکستان میں پارلیمنٹ کی رکنیت کیلئے بھی کڑی شرائط رکھی گئی ہیں ان شرائط میں یہ بھی ہے کہ وہ شخص رکن پارلیمنٹ منتخب ہونے کا اہل نہیں ہوگا جو (۶۲) د:۔ "اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور عام طور پر احکام اسلام سے انحراف میں مشہور ہو"۔

ھ:۔ "وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند، نیز کبیرہ گناہوں سے اجتناب نہ کرتا ہو"۔

ھ:۔ "وہ سمجھدار، پارسا نہ ہو اور فاسق ہو اور ایماندار اور امین نہ ہو"۔

ز:۔ "کسی اخلاقی پستی میں ملوث ہونے یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ ہو"۔

دستور کا حصہ نہم، اسلامی احکام سے متعلق مختلف دفعات پر مشتمل ہے اس حصے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل بھی شامل ہے جس کی ہیئت ترکیبی اور مقاصد کا واضح اور مفصل طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔

(۲۲۷) ا:۔ میں درج ہے کہ:

''تمام موجودہ قوانین کو قرآن و سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا____ اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو''۔

اس وقت پاکستان کا یہ موجودہ دستور مملکت کے ہر شعبے اور ہر علاقے کیلئے پوری دقیقہ رسی کے ساتھ تفصیلی ہدایات و احکام پر مشتمل ہے، ہم نے اس میں سے صرف وہ چند اقتباسات نقل کئے ہیں جو اسلامی تعلیمات اور انفرادی و اجتماعی طور پر اسلامی طرز زندگی سے متعلق ہدایات، ذمہ داریوں اور ناگزیر ریاستی اقدامات کے دستوری و اساسی دفعات پر مشتمل ہیں۔

لیکن کیا کیا جائے اُس خود پسندانہ، جابرانہ اور آمرانہ ذہنیت کا جس نے دستور اور اس کے مندرجات کو روند ڈالا اور ملک کو درست طریقہ سے جادۂ مستقیم پر چلنے نہیں دیا۔ کوئی بھی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا ہموطن، دستور کے ان اقتباسات کو سامنے رکھ کر اور ملک و معاشرے کی موجودہ حالت کا موازنہ کرکے بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ دستور کا کیا حشر کیا گیا ہے؟ قوم کہاں کھڑی ہے؟ اور یہ نوبت کیوں آئی؟

پھر جب ناانصافی، بے اصولی، مفاد پرستی اور ناعاقبت اندیشی عفریت بن کر اسلام دشمنی کا روپ دھار لیتی ہے تو اس کا ردعمل ملک وملت کیلئے نیک شگون نہیں ہوتا۔ شمالی علاقہ جات، مالاکنڈ ڈویژن اور ملک کے دیگر حصوں میں جو خلفشار ہے اس کا بنیادی محرک ملک و معاشرے کی یہی صورتحال ہے جس کی ساری ذمہ داری اس ملک میں قائم ہونے والی حکومتوں اور سیاست دانوں پر عائد ہوتی ہے۔

اصلاح حال کیلئے صوبہ سرحد کی صوبائی حکومت نے جس نظام عدل ریگولیشن کا اعلان کیا ہے، اگر اس میں نیک نیتی کارفرما ہے تو بلاشبہ یہ دستوری منزل کی طرف درست قدم ہے، اور اس پر سرحد حکومت قوم کی اکثریت کی طرف سے مبارکباد کی مستحق ہے، باشندگان ملک کی اکثریت کی یہ تمنا ہے کہ یہ ملک آئین پاکستان کی روشنی میں مثالی اسلامی فلاحی مملکت بنے، یہاں اسلامی اخوت کے رشتے مستحکم ہوں،

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر سو عدل عمرانی کی خوشبو مہکے اور باہمی جنگ و جدل اور گولہ بارود کے زہریلے دھویں کی جگہ، ہر طرف امن و امان کے پھول کھل جائیں۔

عسکری قیادت سے ہماری درخواست ہے کہ اندرون ملک ہر طرف پھیلی بے چینی کا علاج باشندگان ملک کے خلاف فوج کشی اور گولہ باری کی آتشین آپریشنز میں نہیں ہے، اس سے تو پاک فوج کے سپاہی کی ساکھ خاک میں مل گئی ہے۔

ایک وقت وہ بھی تھا جب فوج کے جوانوں کو وردی میں دیکھ کر عوام کی آنکھیں خوشی و مسرت کے جذبات سے چمک جاتی تھیں اور آج یہ نوبت آ گئی ہے کہ اپنے ہی ہموطنوں کے مجمع میں بھی سپاہی اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے اور عوام کی آنکھوں میں اس کیلئے احترام کے بجائے بیزاری اور اجنبیت ہے، مستقبل قریب میں فوج کی ساکھ بحال کرنے کیلئے کسی کشمیر کی فتح بھی ایک خواب نظر آتا ہے، لیکن عسکری قیادت پس پردہ رہ کر اگر دستور پاکستان کی مؤثر تنفیذ کا عزم لے کر، اس ملک کا قبلہ درست کرنے کی کوشش کرے تو بجا طور پر اس میں اس کی صلاحیت ہے جغرافیائی سرحدوں کی طرح نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اس کا فرض منصبی بھی ہے یہ کارنامہ ملک و ملت پر بڑا احسان بھی ہوگا، افواج پاکستان کیلئے اعزاز بھی اور اب تک کی غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ بھی۔

ہم عسکری قیادت سے اس کی گزارش کرتے ہیں:۔

۲۳/۱
۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

سوات میں نظام عدل ریگولیشن سے متعلق مختلف مکاتب فکر کے علماء کی طرف سے ۱۶/ اپریل ۲۰۰۹ء کو ایک متفقہ بیان بھی پریس کو جاری کیا گیا جو حسب ذیل ہے:۔

"سوات میں امن معاہدے اور نظام عدل ریگولیشن کو پارلیمنٹ نے اتفاق رائے سے منظور کر کے اور صدر مملکت نے اس پر دستخط کر کے ایک ایسا خوش آئند اقدام کیا ہے جس کا ملک کے بیشتر حصوں میں گرم جوشی سے خیر مقدم کیا گیا ہے۔

اگر چہ معاہدے اور ریگولیشن کی عملی تفصیلات سامنے آنے تک اس کے بارے میں کوئی ذمہ دارانہ

تبصرہ قبل از وقت ہوگا، لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ درست سمت میں قابلِ تعریف قدم ہے جس کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں، اور اس بات پر افسوس کا اظہار بھی کہ یہ قدم اُس وقت اٹھایا گیا جب یہ خطّہ عرصۂ دراز تک بدامنی اور خونریزی کی آماج گاہ بنا رہا جس میں برادرانِ ملت کی سینکڑوں جانیں گئیں، اور علاقے کے لوگ بدامنی کا شکار رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا، اور اس کے دستور میں بھی قانونی وعدالتی نظام کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی ذمہ داری حکومت پر عائد کی گئی ہے، لہٰذا کسی ایک خطّے میں نہیں، بلکہ پورے ملک میں نفاذ شریعت کا مطالبہ بالکل فطری اور منصفانہ مطالبہ ہے۔ حکومت پاکستان کا یہ فرض تھا کہ وہ پُر امن اور سنجیدہ ماحول میں نفاذِ شریعت کا سچے دل سے اس طرح اہتمام کرتی کہ اس سے ہر ملکی باشندے کو اسلام کا عطا کیا ہوا نظامِ عدل کسی دشواری کے بغیر حاصل ہوتا، لیکن چونکہ حکومتوں نے ہمیشہ اس بارے میں مجرمانہ غفلت سے کام لیا، اور اس کے بارے میں جو پُر امن، سنجیدہ اور افہام وتفہیم پر مبنی مطالبات کئے گئے، اُنہیں وہ کبھی خاطر میں نہیں لائیں، اس لئے لوگ اس بات سے مایوس ہونے لگے ہیں کہ اس ملک میں پُر امن ذرائع سے نفاذ شریعت کا مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس مایوسی نے عوام میں جھنجھلاہٹ پیدا کی، اور حکومت نے اپنے عمل سے یہ باور کرایا کہ کوئی مطالبہ اس وقت تک قابل سماعت نہیں جب تک وہ اپنے ساتھ تشدد کی لہر لے کر نہ آئے۔ اس صورت حال سے بہت سے ملک دشمنوں نے بھی فائدہ اٹھایا، اور جگہ جگہ بدامنی کا ماحول پیدا کر کے ملک کی بقا کو خطرے میں ڈال دیا۔

یہ مقام شکر ہے کہ سوات کی بدامنی ختم ہوئی، اور وہاں عوامی مطالبہ پورا کردیا گیا، لیکن اگر تشدد کی اس لہر کا سنجیدگی سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنا ہے تو حکومت کو چاہئے کہ ان واقعات سے سبق لے کر ملک بھر میں پُر امن اور سنجیدہ ذرائع سے ازخود نفاذِ شریعت کا باوقار اہتمام کرے، اور اس عوامی تأثر کی اپنے عمل سے تردید کرے کہ نفاذِ شریعت کا مطالبہ اسلحہ اٹھائے بغیر پورا نہیں ہوسکتا، اگر حکومت نے ملک کے اصل مقصد، اپنے دینی اور ملّی فریضے اور خود دستور پاکستان کے مطابق ملک میں نفاذِ شریعت کی طرف ازخود پیش قدمی کی، اور سچے دل سے یہاں نفاذِ اسلام کا عمل تیز کردیا تو تشدد کے یہ اقدامات اِن شاء اللہ خود بخود ختم ہوجائیں گے''۔

☆☆☆
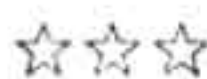
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قیامت کے واقعات

سورۃ الزلزال ......☆......آیت نمبر: ۱ تا ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (۱) وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا (۲) وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا (۳) يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (۴) بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا (۵) يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (۶) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه‘ (۷) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه‘ (۸)

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

جب ہلا ڈالے زمین کو اُس کے بھونچال سے، اور نکال باہر کرے زمین اپنے اندر سے بوجھ اور کہے آدمی اس کو کیا ہوگیا، اُس دن کہہ ڈالے گی وہ اپنی باتیں، اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اُس کو، اُس دن ہو پڑیں گے لوگ طرح طرح پر، کہ اُن کو دکھا دیئے جائیں ان کے عمل، سو جس نے کی ذرّہ بھر بھلائی وہ دیکھ لے گا اُسے، اور جس نے کی ذرّہ بھر بُرائی وہ دیکھ لے گا اُسے۔

خلاصۂ تفسیر

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی (مراد بوجھ سے دفینے اور مردے ہیں، اور اگرچہ بعض روایات سے پہلے بھی دفینوں کا باہر آ جانا معلوم ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ قیامت سے پہلے جو دفینے باہر آ گئے تھے مرورِ ایام سے پھر اُن پر مٹی آ گئی ہو اور مستور

ہوگئے ہوں اور قیامت کے روز پھر نکلیں اور دفائن کے ظاہر ہوجانے کی شاید یہ حکمت ہو کہ مال کی بہت محبت کرنے والے اپنی آنکھوں اموال کا بیکار ہونا دیکھ لیں) اور (اس حالت کو دیکھ کر کافر) آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا (کہ زمین اس طرح ہل رہی ہے اور سب دفینے باہر آرہے ہیں) اس روز زمین اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اُس کو یہی حکم ہوگا (ترمذی وغیرہ میں اس کی تفسیر میں حدیث مرفوع آئی ہے کہ جس شخص نے روئے زمین پر جیسا عمل کیا ہوگا اچھا یا برا زمین سب کہدے گی یہ اُس کی شہادت ہوگی) اُس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر (موقف حساب سے) واپس ہوں گے (یعنی جو لوگ حساب محشر سے فارغ ہوکر لوٹیں گے تو کچھ جماعتیں جنتی کچھ دوزخی قرار پاکر جنت و دوزخ کی طرف چلی جاویں گی) تاکہ اپنے اعمال (کے ثمرات) کو دیکھ لیں، سو جو شخص (دنیا میں) ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا (بشرطیکہ اُس وقت تک وہ خیر و شر باقی رہی ہو، ورنہ اگر کفر کے سبب وہ چیز فنا ہوچکی ہو یا ایمان وتوبہ کے ذریعہ بدی معاف ہوچکی ہو تو وہ اس میں داخل نہیں کیونکہ اب نہ وہ باطل شدہ خیر خیر ہے اور نہ وہ معاف کیا ہوا گناہ اور شر، شر ہے اس لئے محشر میں وہ سامنے نہ آویں گی)۔

معارف ومسائل

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا، اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں جس زلزلہ کا ذکر ہے یہ وہ زلزلہ ہے جو نفخۂ اولیٰ سے پہلے دنیا میں ہوگا جیسا کہ علامات قیامت میں اس زلزلہ کا ذکر آیا ہے یا اس زلزلہ سے مراد نفخۂ ثانیہ کے بعد جب مردے زندہ ہوکر زمین سے اٹھیں گے اُس وقت کا زلزلہ ہے۔ روایات اور اقوال مفسرین کے مختلف ہیں اور اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ زلزلے متعدد ہوں، ایک نفخۂ اول سے پہلے، دوسرا نفخۂ ثانیہ کے بعد مردوں کے زندہ ہونے کے وقت اور اس جگہ یہی دوسرا زلزلہ مراد ہو، اور اس سورت میں جو آگے احوال قیامت حساب کتاب کا ذکر ہے وہ قرینہ اسی کا ہے کہ یہ زلزلہ دوسرا نفخۂ ثانیہ کے بعد کا ہے۔ واللہ اعلم (ازمظہری)

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا، رسول اللہ ﷺ نے اس زلزلہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے کی بڑی چٹانوں کی صورت میں اگل دے گی اس وقت ایک شخص جس نے مال کیلئے

کسی کو قتل کیا تھا وہ دیکھ کر کہے گا کہ یہ وہ چیز ہے جس کیلئے میں نے اتنا بڑا جرم کیا تھا، جس شخص نے اپنے رشتہ داروں سے مال کی وجہ سے قطع تعلق کیا تھا وہ کہے گا کہ یہ ہے وہ چیز جس کیلئے میں نے یہ حرکت کی تھی۔ چور جس کا ہاتھ چوری کی سزا میں کاٹا گیا تھا اُس کو دیکھکر کہے گا کہ اس کے لئے میں نے اپنا ہاتھ گنوایا تھا پھر کوئی بھی اس سونے کی طرف التفات نہ کرے گا۔ (رواہ مسلم عن ابی هریرةؓ)

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه'، آیت میں خیر سے مراد وہ خیر ہے جو شرعاً معتبر ہے، یعنی جو ایمان کے ساتھ ہو بغیر ایمان کے اللہ کے نزدیک کوئی نیک عمل نیک نہیں، یعنی آخرت میں ایسے نیک عمل کا جو حالتِ کفر میں کیا ہے کوئی اعتبار نہیں ہوگا گو دنیا میں اُس کو اس کا بدلہ دیدیا جائے اسی لئے اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرّہ برابر ایمان ہوگا وہ بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا کیونکہ اس آیت کے وعدہ کے مطابق اس کو اپنی نیکی کا پھل بھی آخرت میں ملنا ضرور ہے اور کوئی بھی نیکی نہ ہو تو خود ایمان بہت بڑی نیکی ہے۔ اس لئے کوئی مؤمن کتنا ہی گناہگار ہو ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔ البتہ کافر نے اگر دنیا میں کچھ نیک عمل بھی کئے تو شرطِ عمل یعنی ایمان کے نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم ہیں اس لئے آخرت میں اُس کی کوئی خیر، خیر ہی نہیں۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه'، مراد اس سے وہ شر ہے جس سے اپنی زندگی میں توبہ نہ کرلی ہو کیونکہ توبہ سے گناہوں کا معاف ہونا قرآن وسنت میں یقینی طور پر ثابت ہے۔ البتہ جس گناہ سے توبہ نہ کی ہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا آخرت میں اس کا نتیجہ ضرور سامنے آئے گا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو ایسے گناہوں سے بچنے کا پورا اہتمام کرو جن کو چھوٹا یا حقیر سمجھا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس پر بھی مواخذہ ہونا ہے۔ (رواہ النسائی وابن ماجه عنها)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت قرآن کی سب سے زیادہ مستحکم اور جامع آیت ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو الفاذة الجامعه فرمایا ہے یعنی منفرد یکتا اور جامع۔

اور حضرت انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ کو نصف القرآن اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو ثلث القرآن اور قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کو ربع القرآن فرمایا ہے۔ (رواہ الترمذی والبغوی. مظهری)

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم
ضبط وتحریر: اشرف عالم
تصحیح وتنقیح: مولانا محمد حنیف خالد

منافق کی تین نشانیاں

آخری قسط نمبر ۲

جھوٹ بولنا اور لکھنا برابر ہے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جناب ہم نے جھوٹ بولا کہاں ہے، ہم نے تو لکھا ہے، مثلاً کسی سرکاری فارم میں نام غلط لکھدیا، پتہ غلط لکھدیا، ولدیت غلط لکھدی یا عمر وغیرہ غلط لکھدی، تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو جھوٹ لکھا ہے بولا نہیں ہے، خوب سمجھ لیجئے کہ جھوٹ تو جھوٹ ہی ہے خواہ بولا جائے یا لکھا جائے اور نفاق کی علامات میں داخل ہے۔

نفاق کی دوسری علامت، وعدہ خلافی

منافق کی دوسری علامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ جب کسی سے وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، اس عادت میں تو ہم اس قدر گئے گذرے ہوگئے ہیں کہ روزمرہ کی زندگی میں اس کو کوئی عیب ہی نہیں سمجھا جاتا، مثلاً کسی سے کہدیا کہ میں کل آؤں گا اور پھر کل نہ آئے، نہ کوئی خبر دی، دوسرا انتظار کررہاہے، یا یہ کہدیا کہ جناب میں دو تین دن میں ٹیلیفون کروں گا، لیکن پھر کوئی ٹیلیفون نہیں آیا، دوسرا شخص انتظار میں ہے، ہمارے معاشرے میں یہ کثرت سے ہورہا ہے۔

شادی بیاہ کے دعوت ناموں میں وعدہ خلافی

ایک اور وعدہ خلافی جو ہمارے ہاں بھی پھیلی ہوئی ہے اور یہاں سعودی عرب میں بھی ہے، وہ یہ کہ شادی بیاہ کے دعوت ناموں میں لکھا ہوتا ہے کہ رات کو مثلاً نو (۹) بجے بارات آئے گی، ساڑھے نو بجے نکاح ہوگا اور دس (۱۰) بجے کھانا ہوگا، اب وقت پر پہنچنے والا مہمان بے چارہ مصیبت میں گرفتار ہوگیا، گھر میں تو اس نے کھانے کا کوئی انتظام کیا نہیں، اور جب شادی کی جگہ پہنچا تو وہاں ابھی کوئی نہیں ہے، بے چارہ بھوکا پیاسا بیٹھا ہوا ہے۔ رات کے ۱۲ بجے بارات آئی پھر نکاح ہوا، پھر فوٹو اور نجانے کیا کیا ہوا اور رات ایک بجے کھانا ہوا، مطلب یہ کہ دن بھی اور رات بھی برباد۔ شادی کارڈ

کے اوپر جو ٹائم لکھا ہوا ہے وہ ایک وعدہ ہے، لوگ اس پر اعتماد کر کے آئیں گے، اگر میزبان کی طرف سے لکھے ہوئے ٹائم کے خلاف عمل ہوگا تو یہ وعدہ خلافی ہوگی۔

پھر وعدہ خلافی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی نے ایک وعدہ کیا اور ارادہ تھا کہ اس پر عمل کروں گا، پھر کوئی عذر پیش آگیا جس کی وجہ سے وعدہ پر عمل نہ ہو سکا، تو اس کا حکم یہ ہے کہ آدمی اطلاع کر دے کہ بعض وجوہ سے فلاں کام نہ ہو سکے گا، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

وعدہ خلافی کی بدترین صورت

اور وعدہ کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی کا وعدہ کرتے وقت ہی اس پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں ہے، ان دعوت ناموں میں جو وقت لکھا ہوتا ہے اس کے بارے میں سب جانتے ہیں، لکھنے والا بھی جانتا ہے، شادی کرنے والا بھی جانتا ہے کہ برأت نہ نو بجے آئے گی، نہ نکاح ساڑھے نو بجے ہوگا، نہ کھانا دس بجے ہوگا، کھانا تو بارہ، ایک بجے ہوگا، مگر جان بوجھ کر دس بجے کا وقت لکھ رہے ہیں، یہ گناہ کبیرہ ہے اور وعدہ خلافی کی بدترین صورت ہے، دل میں تو نیت نہ کرنے کی ہو، اور کرنے کا وعدہ کرلیا جائے، زبان سے یا قلم سے، یہ کھلی ہوئی نفاق کی علامت ہے مگر ہمارے ہاں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ، إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولاً نَبِيًّا (سورۃ مریم آیت ۵۴)

ترجمہ: اور اس کتاب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بھی ذکر کیجئے، بلاشبہ وہ وعدے کے بڑے سچے تھے اور وہ رسول تھے، نبی تھے۔

سچے وعدے والے تو تمام ہی انبیاء کرام علیہم السلام ہوتے ہیں، کوئی نبی بھی وعدہ خلافی کرنے والا نہیں ہوتا، بلکہ کوئی شریف انسان بھی وعدہ خلافی نہیں کرتا کیونکہ یہ انتہائی گھٹیا قسم کی حرکت ہے، یہ آدمی کی شرافت کے خلاف اور رذالت اور نفاق کی علامت ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی بھی نبی اور رسول وعدہ خلافی نہیں کرتا تو خاص طور سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں یہ بات کیوں فرمائی گئی؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ دو واقعات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وعدوں پر اس طرح عمل کیا کہ ان کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے صادق الوعد (وعدے کا سچا) ہونے کی صفت اور زیادہ نمایاں اور ممتاز ہوگئی۔

ایک واقعہ تو یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چہیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا - جبکہ وہ بچے تھے:

" قَالَ یا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی"

ترجمہ: فرمایا برخوردار میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بامرالٰہی) ذبح کر رہا ہوں، سوتم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ (سورۃ الصافات آیت ۱۰۲)

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا:

" یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ، سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ "
ترجمہ: "اباجان، آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجئے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھکو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے" (سورۃ الصافات، آیت ۱۰۲)

تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے صبر کرنے کا وعدہ کیا اور پھر آخر تک اس وعدے کو نبھایا، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چہیتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ کی طرف لے گئے، راستے میں شیطان نے رکاوٹیں ڈالیں، ان کو عبور کیا، پھر بیٹے کو لٹا بھی دیا، گردن پر چھری بھی قوت سے چلا دی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس چھری کو حکم دیدیا کہ تیری دھار آج کاٹنے کا کام نہیں کر سکے گی، ابراہیم لاکھ کوشش کرے، گلا نہیں کٹ سکے گا، امتحان پورا ہو چکا ہے، دیکھئے یہ اسماعیل علیہ السلام کا ایک وعدہ تھا کہ میں جان دیدوں گا، اور اس عمل میں ذرہ برابر لغزش نہیں آنے دوں گا، چنانچہ انہوں نے آخر تک اس وعدے کو نبھایا۔

دوسرا واقعہ جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت وعدہ کو زیادہ نمایاں کیا، وہ یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کسی شخص سے وعدہ کیا کہ فلاں جگہ پر ملاقات کریں گے، حضرت اسماعیل علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے، وہ شخص نہیں آیا، تو ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تین دن، تین رات وہیں انتظار فرماتے رہے، وہ شخص وعدے پر نہیں آیا مگر پھر بھی تین دن تین رات تک انتظار کرتے رہے، اور تفسیر مظہری کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک سال تک انتظار کرتے رہے تو وعدے کو پورا کرنا ایک مسلمان کی پہچان اور اس کی علامت ہے جبکہ وعدہ خلافی منافقت کی نشانی ہے۔

بدعہدی بھی منافقوں کا عمل ہے

وعدہ خلافی سے بھی بڑھ کر ایک اور چیز ہے "عہد کی خلاف ورزی" چنانچہ ایک حدیثِ صحیح میں اس کو بھی نفاق کی خصلت قرار دیا گیا ہے، اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معاہدے کی خلاف ورزی درحقیقت نفاق کی تیسری علامت میں داخل ہے، یعنی امانت میں خیانت، کیونکہ معاہدہ بھی درحقیقت ایک امانت ہوتا ہے، جس کی پابندی ہر امانت دار انسان کو کرنی ہوتی ہے، افسوس کہ ہمارے معاشرے میں اب بدعہدی بھی بہت پھیل گئی ہے، خود یہاں سعودی عرب میں بھی کتنے مسلمان اس بیماری میں مبتلا ہیں۔

ویزا ایک معاہدہ ہے

مثلاً کتنے لوگ ویزا لیکر آتے ہیں اور پھر یہیں چھپ جاتے ہیں، عمرہ کیلئے ایک مہینہ کا ویزا لیکر آتے ہیں اور پھر یہیں چھپ جاتے ہیں کہ حج کر کے جائیں گے، عمرہ کا ویزا ایک معاہدہ تھا کہ آپ کو ایک مہینہ تک یہاں ٹھہرنے کی اجازت ہے، اس کے بعد ایک دن بھی ٹھہرنے کی اجازت نہیں، آپ نے اس معاہدے کو تسلیم کیا، اسی کے مطابق آپ کو ویزا دیا گیا، مگر آپ یہاں آ کر معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور چھپے چھپے پھر رہے ہیں کہ جناب حج کر کے جائیں گے، یہ تو منافقوں والا حج ہے، مسلمانوں والا حج نہیں ہے۔

اسلام بدنام ہو رہا ہے

اور پھر صرف حج ہی نہیں پوری دنیا میں، جاپان میں، امریکہ میں، کینڈا میں، یورپ، افریقہ وغیرہ میں ہر جگہ مسلمانوں کے بارے میں یہ شکایت ہے کہ مسلمان معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہیں، "اووَر اِسٹے" کرتے ہیں، ویزا کی مدت ختم ہونے کے بعد چوری چھپے وہاں قیام کرتے ہیں، نتیجہ یہ کہ اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ مسلمان بدنام ہوتے ہیں تو اسلام بدنام ہوتا ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی علامات تین ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے، اور اگر دوسری روایت جس میں معاہدہ کی خلاف ورزی کا ذکر ہے اس کو اگر مستقل شمار کیا جائے تو چار علامات ہو جاتی ہیں۔

وعدہ اور معاہدہ میں فرق

یہ بات آپ جانتے ہی ہوں گے کہ وعدہ اور معاہدہ میں فرق ہے، وعدہ تو یکطرفہ ہوتا ہے کہ مثلاً آپ کہیں: "میں آپ کو فلاں چیز کل کو دوں گا"، یہ تو وعدہ ہوا، جبکہ معاہدہ میں دونوں فریق کے

وعدے ایک دوسرے کے ساتھ مشروط ہوتے ہیں۔ تو معاہدہ میں جانبین کو اپنا اپنا وعدہ نبھانا ضروری ہوتا ہے۔

معاہدے افراد کے درمیان بھی ہوتے ہیں، اداروں کے درمیان بھی، تجارت اور خرید وفروخت کے بھی ہوتے ہیں، نکاح، ملازمت اور کرایہ داری وغیرہ کے بھی، اداروں کے درمیان بھی ہوتے ہیں اور قوموں کے درمیان بھی، سب کے بارے میں قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے کہ:

"یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" (سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۱)

اے ایمان والو! اپنے معاہدوں کو پورا کیا کرو۔ (تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۱۱)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَھْدَ اِلاَّ سُلِّطَ عَلَیْھِمْ عَدُوُّھُمْ" (شعب الایمان ۳:۱۹۶)

یعنی جو قوم معاہدوں کی خلاف ورزی کرتی ہے اُس پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

معاہدے کی پاسداری - حضرت معاویہؓ کا عجیب واقعہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں (عیسائیوں) کے درمیان ایک مرتبہ صلح کا معاہدہ ہوا، جب مدتِ صلح ختم ہونے کے قریب آئی تو آپ اپنی فوجوں کو لے کر اُس عیسائی ملک کی سرحدوں کی طرف روانہ ہوگئے، مقصد یہ تھا کہ جوں ہی مدتِ صلح ختم ہو، فوراً حملہ کر دیا جائے، رومی حکمران اس خیال میں ہوں گے کہ ابھی تو مدتِ صلح ختم ہوئی ہے، اتنی جلدی معاویہ اور ان کی فوجوں کا ہم تک پہنچنا ممکن نہیں، لہٰذا رومی اس حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے، اور ہماری فتح آسان ہو جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور جیسے ہی مدتِ صلح ختم ہوئی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے علاقے پر یلغار کر دی، رومی اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکے، حضرت معاویہ رومیوں کے علاقے فتح کرتے چلے جا رہے تھے کہ پیچھے دُور سے ایک سوار دوڑتا ہوا آیا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عَمرو بن عَبَسة رضی اللہ عنہ تھے، وہ پکارتے ہوئے آ رہے تھے کہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدَرٌ"، یعنی "مؤمن کا شیوہ وفاداری ہے، غداری نہیں"۔

آپ نے پوچھا: "کیا بات ہے"؟

حضرت عَمرو بن عَبَسة نے اُن کو بتایا کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

ہوئے سنا ہے کہ:

"مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وبَيْنَ قَومٍ عَهْدٌ فَلاَ يَشُدُّ عُقْدَةً ولا يَحُلُّهَا حتىٰ يَمْضِيَ اَمَدُهَا اَوْ يَنبِذَ إِلَيْهِمْ عَلىٰ سَوَاءٍ" (تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۱۱)

یعنی جس کا کسی قوم سے (صلح کا) معاہدہ ہو تو وہ نہ کوئی گرہ باندھے نہ کھولے (یہ ایک محاورہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ وہ اس معاہدے کے خلاف نہ کرے) یہاں تک کہ مدتِ صلح گذر جائے۔

حضرت عمرو بن عبسۃ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کی رو سے معاہدۂ جنگ بندی کے دوران جس طرح حملہ کرنا جائز نہیں، اسی طرح دشمن کے خلاف فوجوں کو لے کر روانہ ہونا بھی جائز نہیں ہوا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنتے ہی اپنی فوجوں کو واپسی کا حکم دیدیا، چنانچہ پورا لشکر واپس ہوگیا، اور جو علاقہ فتح ہو چکا تھا اُسے بھی خالی کر دیا گیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی الامام یکون بینه وبین العدو عهد الخ) (حدیث نمبر ۲۷۶۱۔ وجامع الترمذی، ابواب السیر، باب ما جاء فی الغدر ج ۱ ص ۴۲۰)۔

منافق کی تیسری علامت، امانت میں خیانت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی تیسری علامت یہ بیان فرمائی کہ:

"وَاِذَا اُئتُمِنَ خَانَ"

"جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے"

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا"

"بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں امانت والوں کو"۔ (سورۃ النساء، آیت ۵۸)

شریعت میں امانت کا لفظ بہت عام ہے، یعنی امانت کا دائرہ بہت وسیع ہے، امانت کی ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ آپ نے کوئی چیز، کوئی رقم، کوئی سامان کسی کے پاس رکھوایا کہ آپ رکھ لیں، میں بعد میں لے لوں گا، یہ بھی امانت ہے - اور معاہدے کی پابندی بھی امانت ہے، جیسا کہ پیچھے عرض کر چکا ہوں-

عہدہ بھی امانت ہے

آپ کو کوئی عہدہ مل گیا، جس کے ذریعے آپ کو لوگوں کے حقوق کے متعلق فیصلے کرنے ہیں، تو

اس عہدے پر رہتے ہوئے حق کے مطابق فیصلہ کرنا بھی امانت ہے۔ اور حق کے خلاف فیصلہ کرنا، یہ امانت میں خیانت ہے۔

اور سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ کوئی حاکم یا امیر اپنی رعیت اور ماتحتوں کے ساتھ غداری کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

" لَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْراً مِنْ أَمِيرِ عَامَّةٍ" (صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب تحريم الغدر۔ ج ۲ ص ۸۳)

یعنی جو حاکم یا امیر غداری کرے اُس سے بڑا کوئی غدار نہیں۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"لاَ يَسْتَرعِي اللّٰهُ عَبْداً رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهَوَ غَاشٌ لَهَا إلاَّ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيهِ الجَنَّةَ " (صحیح مسلم، کتاب الإيمان، باب استحقاق الوالی الغاش لرعيته النار، ج ۱ ص ۸۱)

یعنی اللہ جس بندے کو لوگوں پر حاکم بنائے، پھر وہ اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ بازی کرنے والا ہو تو اللہ اس پر جنت کو حرام کردیتا ہے۔

باصلاحیت ملازموں کا انتخاب بھی امانت ہے

آپ کسی ادارے میں افسر ہیں اور آپ کو ملازم منتخب کرنا ہے، لیکن آپ باصلاحیت آدمی کو نظرانداز کر کے کم صلاحیت والے آدمی کو منتخب کرتے ہیں تو یہ بھی امانت میں خیانت ہے۔

دوسروں کا راز بھی امانت ہے

کسی کا راز آپ کو معلوم ہے یہ بھی آپ کے پاس امانت ہے، اُس کی اجازت کے بغیر اُسے دوسروں پر ظاہر کرنا، امانت میں خیانت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ'' (سنن أبی داؤد، کتاب الادب، باب فی نقل الحديث، ج ۴ ص ۲۶۸۔ ومسند احمد ج ۳ ص ۳۴۲)

یعنی کسی مجلس میں جو باتیں ہوں، وہ اہلِ مجلس کا راز ہوتی ہیں، ان کی اجازت کے بغیر ان

باتوں کو دوسروں پر ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے۔

یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں اس طرح ارشاد فرمائی ہے کہ:

"إِنَّمَا يُجَالِسُ الْمُتَجَالِسُوْنَ بِأَمَانَةِ اللّٰهِ، فَلاَ يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُّفْشِيَ عَنْ صَاحِبِهٖ مَا يَكْرَهُ" (مصنف عبد الرزاق، ج ۱۱ ص ۲۲، باب المجالس بالامانة)

یعنی مجلس میں ایک ساتھ بیٹھنے والے اللہ کی (مقرر کی ہوئی) امانت کے ساتھ بیٹھتے ہیں، اس لئے کسی کو حلال نہیں کہ وہ اپنے ساتھی کی ایسی بات باہر کے لوگوں پر ظاہر کرے جسے وہ پسند نہیں کرتا۔

مشورہ بھی امانت ہے

اسی طرح مشورہ بھی ایک امانت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ" (سنن الترمذی، ابواب الأدب عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، باب إن المستشار مؤتمن۔ ج ۵ ص ۱۲۵۔ حدیث نمبر (۲۸۲۲، ۲۸۲۳) وابواب الزهد عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، باب ما جاء فی معیشة أصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ج ۴ ص ۵۸۳)

وسنن الدارمی، کتاب السیر، باب المستشار مؤتمن، ج ۲ ص ۲۸۸، حدیث نمبر (۲۴۴۹)
وسنن ابن ماجه، کتاب الأدب، باب المستشار مؤتمن، ج ۲ ص ۱۲۳۳، حدیث نمبر (۳۷۴۵، ۳۷۴۶)
وسنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب في المشورة، ج ۴ ص ۳۳۳ حدیث نمبر (۵۱۲۸)
ومسند أحمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۴، حدیث نمبر (۲۲۴۱۴)

یعنی جس آدمی سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے مشورہ اس کے پاس ایک امانت ہوتا ہے لہٰذا اس کو مشورہ ایسا دینا چاہئے جسے وہ مشورہ لینے والے کے حق میں صحیح سمجھتا ہو، اس کے خلاف مشورہ دینا امانت میں خیانت ہے۔

عالمگیرؒ کی دشمن کے ساتھ جنگ میں بھی امانت داری

عالمگیر اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک ہندو راجہ "شیوا جی" تھا، (ممبئی کے موجودہ ایئر پورٹ کا نام اُسی کے نام پر رکھا گیا ہے) عالمگیر کی جنگ شیوا جی سے ہو رہی تھی کہ اُس کے لشکر کا راشن ختم ہو گیا، شیوا جی نے اس پریشانی کا ذکر اپنی ماں سے کیا۔

ماں نے کہا: ''عالمگیر سے مشورہ کرو''

شیوا.جی نے کہا: اماں وہی تو میرا دشمن ہے، ماں سمجھ دار تھی، مسلمانوں کے حالات اور اسلامی روایات سے کچھ واقف تھی، اُس نے کہا عالمگیر دشمن ضرور ہے مگر اپنے دین کا پابند ہے، مسلمانوں کے دین میں مشورہ امانت ہوتا ہے، اس لئے مشورہ صحیح دے گا۔

چنانچہ شیوا.جی نے عالمگیر سے مشورہ کیا کہ راشن ختم ہوگیا ہے کیا کروں؟

فرمایا: ''مجھ سے صلح کرلو، پھر تیاری کرو، جب تیاری ہوجائے اُس کے بعد جنگ کرنا''

اُس نے تعجب سے پوچھا: ''کیا آپ صلح کرلیں گے''؟

عالمگیر نے کہا: ''ہاں''

شیوا.جی نے پوچھا ''یہ صلح کب تک کے لئے ہوگی''؟

جواب دیا: ''دس برس کے لئے'' - وہ بہت خوش ہوا۔

صلح ہوگئی، اور عالمگیر نے اپنے لشکر کو واپسی کا حکم دیا،

وزیروں نے پوچھا: ایسا کیوں کیا؟ اگر اس حالت میں جنگ ہوتی تو ہماری فتح یقینی تھی۔

فرمایا: قرآن حکیم میں ہے:

''اَلصُّلْحُ خَیْرٌ'' (یعنی صلح بہتر ہے)

وزیروں نے پوچھا: ''پھر اسے دس برس کی لمبی مہلت کیوں عطاء فرمادی''؟

جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''صلح حدیبیة'' دس سال کے لئے فرمائی تھی، اور کامیابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پیروی میں ہے۔ (کتاب ''حدود اختلاف'' ص ۶۵)

تو امانت کی بہت ساری صورتیں ہیں لیکن آج آپ دیکھئے کہ امانت کے بارے میں ہماری کیا صورتحال ہے؟ مسلمان جب تک مسلمان تھے، باعزت تھے، ان کے اندر جھوٹ، وعدہ خلافی، معاہدے کی خلاف ورزی اور امانت میں خیانت جیسی صفات نہیں تھیں۔ حتی کہ غیر مسلم دشمن بھی ان کی بات پر اعتماد کرتے تھے۔

انتہائی افسوسناک بات

لیکن آج بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ مسلمانوں کا حال برعکس ہوگیا ہے، یہ خرابیاں

بہت سے غیر مسلموں سے زیادہ اب مسلمانوں کے اندر آگئی ہیں، کافروں میں اور بہت ساری خرابیاں ہیں، سب سے بڑی خرابی تو کفر اور شرک ہے، بے حیائی ہے، شراب نوشی اور عیاشی وغیرہ ہے لیکن جھوٹ بہت سے غیر مسلموں سے زیادہ بہت سے مسلمانوں کے ہاں پھیل گیا ہے، تجارت میں وعدہ خلافی اور معاہدے کی خلاف ورزی ان کے اندر اتنی نہیں جتنی بہت سے مسلمانوں کے اندر آگئی ہے، اور تجارتی اور اپنے ملکی انتظامی معاملات میں شاید امانت میں خیانت بھی ان کے اندر اتنی زیادہ نہ ہو۔

آج مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر غیر مسلم ہمارے دین سے متنفر ہونے لگے ہیں، اس کی فکر کرنی چاہئے، ایک وقت وہ تھا کہ مسلمانوں کے اخلاق اور ان کا طرز عمل دیکھ کر لوگ مسلمان ہو جاتے تھے اور آج صورتحال اس کے برعکس ہے۔

خلافتِ عثمانیہ کے دور کی عظیم مثال

خلافتِ عثمانیہ جس کا مرکز استنبول (ترکی) میں تھا، اس کے آخری دور کی بات ہے کہ مسلمانوں کا ایک لشکر یورپ میں بُلغاریہ کے راستے سے جہاد کیلئے ''ہنگری'' جا رہا تھا، بُلغاریہ پر اُس زمانے میں مسلمانوں کی حکومت تھی، وہاں راستہ میں ان کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا، پریشانی ہوئی، امیر سے پوچھا کیا کیا جائے؟

امیر نے جواب دیا کہ یہاں کے باشندے غیر مسلم (عیسائی) ہیں، ان کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت ہماری دینی ذمہ داری ہے، کیونکہ یہاں ہماری حکومت ہے، دیکھو سامنے انگور کے باغات ہیں، اپنی موجودہ مجبوری کی حالت میں یہاں سے انگور توڑ کر تو کھالو، لیکن شرط یہ ہے کہ ان انگوروں کے بدلے ایک ایک دینار درختوں پر کسی طرح کپڑے وغیرہ سے باندھ دو، چنانچہ لشکر اسلام کے لوگوں نے ایسا ہی کیا، اگلے دن جب ان باغات کے مالک عیسائی آئے اور انہوں نے دیکھا کہ انگوروں کی جگہ دینار بندھے ہوئے ہیں تو مسلمانوں کی اس امانت داری کو دیکھ کر بہت سے عیسائی مشرف باسلام ہوگئے۔ تو ایک وقت وہ تھا کہ جب مسلمانوں کی عظمت کا یہ حال تھا، ہندو بھی جانتے تھے کہ مسلمان جھوٹ نہیں بولتا، وعدہ خلافی نہیں کرتا، امانت میں خیانت نہیں کرتا، لیکن آج ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے اسلام بدنام ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور ہم سب کو سچا اور پکا مسلمان بنا دے۔ آمین۔

" وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين "

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مشہور کالم نگار حامد میر کے نام ایک خط

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے حامد میر صاحب کے ایک کالم کے بارے میں ان کے نام ایک خط تحریر فرمایا تھا جو اُنہیں ارسال کیا گیا تھا۔ افادۂ عام کی خاطر یہ خط شامل اشاعت ہے۔..................(ادارہ)

مکرمی و محترمی جناب حامد میر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنی شدید مصروفیات کے باوجود آپ کا کالم شوق سے پڑھتا ہوں، اور اکثر آپ کیلئے جذباتِ تحسین پیدا ہوتے ہیں، لیکن آپ نے اپنے ایک حالیہ کالم میں کسی کتاب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے مسلم لیگ کی حمایت کیلئے الیکشن کیلئے قائد اعظم سے پچاس ہزار روپے طلب کئے تھے، اور وہ نہ ملنے پر انہوں نے مسلم لیگ کی مخالفت شروع کردی۔

آپ جیسے ذمہ دار صاحب قلم کی طرف سے یہ بات پڑھ کر بہت صدمہ ہوا، میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ناخلف بیٹا ہوں، اور ذہنی اور فکری طور پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہما کے سیاسی نظریات کا متبع ہوں، جنہوں نے تحریک پاکستان کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور جن کی آپ نے بھی تعریف کی ہے، لیکن ساتھ ہی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا علم وتقویٰ اور امت کے جذبۂ خیر خواہی اس سارے مکتب فکر کی نظر میں ہر شک سے بالاتر ہے، انہوں نے آزادی ہند کے سلسلے میں جو قربانیاں دیں، اور اپنی جان و مال کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو جدوجہد فرمائی، جس شخص کی نظر میں اس کی تاریخ ہو، وہ اس

بات کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ کسی قسم کا مالی مفاد انہیں اس موقف سے ہٹا سکتا تھا جسے وہ دیانت داری سے امت کی خیر خواہی میں درست سمجھتے تھے، رائے کے اختلاف کو ویسے بھی اتہامات اور بدگمانی کی حد تک نہیں بڑھانا چاہئے، خاص طور پر جب اختلاف ایسے بزرگوں سے ہو جن کی زندگی نے علم، تقویٰ اور تدیّن کی روشن مثالیں قائم کی ہوں۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مدنی قدس سرہ کا اس مضمون کا مقولہ نہ جانے کتنے لوگ سن کر ریکارڈ پر لائے ہیں کہ:

> ''شروع میں اس بات پر اختلاف ہوسکتا ہے کہ فلاں جگہ مسجد بنی چاہئے یا نہیں، لیکن جب مسجد بن جائے تو اس کی حفاظت ہر مسلمان کا فرض ہے، لہٰذا پاکستان بننے سے پہلے جو اختلاف بھی رہا ہو، پاکستان بننے کے بعد اس کی حفاظت کرنی چاہئے''۔

اب جب کہ یہ حضرات دنیا سے تشریف لے جاچکے، اس قسم کی باتیں کتابوں میں لکھنا اور اخبارات میں اس کی تشہیر کرنا اس لحاظ سے بھی قابل اعتراض ہے کہ یہ حضرات جواب دہی کیلئے موجود نہیں، دوسرے کسی بھی مسلمان پر، اور خاص طور سے کسی اللہ والے بزرگ پر، مضبوط ثبوت اور مکمل تحقیق کے بغیر ایسے الزامات عائد کرنا جس کی تردید اس کی ساری زندگی کررہی ہو، نہ صرف یہ کہ ایک ناجائز بات ہے، بلکہ اس سے امت کی صفوں میں مزید انتشار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوسکتا، ہمارے نبی کریم ﷺ (روحی فداہ) نے ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے، لہٰذا میں آپ سے یہ امید کرتا ہوں کہ اپنے کسی آئندہ کالم میں اس اتہام سے اپنی براءت کا اظہار فرمائیں۔

والسلام

آپ کا مخلص

محمد تقی عثمانی

☆☆☆

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیا لباس زیبِ تن فرماتے تو کپڑے کا نام لے کر خدا تعالےٰ کا شکر ان الفاظ میں ادا فرماتے :-

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَمَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ ؕ

ترجمہ : اے اللہ تیرے ہی لئے سب تعریف ہے جیسا کہ تو نے یہ کپڑا مجھے پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اور میں تجھ سے اس کی برائی اور اس چیز کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں جس کے لئے یہ بنایا گیا۔

نیز یہ دعا فرماتے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ ؕ

ترجمہ : سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے کپڑا پہنایا جس سے میں اپنی شرم کی چیز چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعہ خوبصورتی حاصل کرتا ہوں۔

(زاد المعاد)

ذیشان گوہر

دعا

الٰہی ہمیں سیدھا رستہ دکھا دے
جہاں میں ہمیں نیک صالح بنادے
ہمیں علم و حکمت کی دولت عطا کر
شیاطین کے شر سے ہم کو بچا دے
سحر شام کوشش جو کرتے ہیں مولا
اُنہیں اُن کی محنت کا اچھا صلہ دے
لگن دل میں رکھتے ہیں قرآن کی جو
تُو قرآن کا اُن کو حافظ بنادے
ہمیں ایسے پیار اور محبت عطا کر
جو نفرت کے پردے دلوں سے ہٹادے
تُو لے کام ہم سے بس اپنی رضا کا
ہمیں دین کا اپنے داعی بنادے
عطا کر اے مولا ہمیں اپنی اُلفت
یہ غیروں کی اُلفت دلوں سے مٹادے
تجھی سے یہ بندے ہیں فریاد کرتے
تُو اپنے کرم کا کرشمہ دکھادے
اے گوہر تجھے رب نے تحفہ دیا ہے
پڑھے جو بھی یہ نظم دل سے دُعا دے

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی

ستّر کے عدد والی احادیث

(قسط نمبر ۷)

سات ہلاک کرنے والی چیزیں

۶۱ ...... وعن أبی هريرة رضى الله عنه عن النبی ﷺ قال: اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول الله وما هن؟ قال الشرک بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله إلا بالحق وأكل الربوا وأكل مال اليتيم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات. (کتاب الایمان باب الکبائر و علامات النفاق ص:۱۷)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لوگو!) سات ہلاک کرنے والی باتوں سے بچو پوچھا گیا کہ وہ سات ہلاک کرنے والی باتیں کون سی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا (۱) کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا (۲) جادو کرنا (۳) جس شخص کو مار ڈالنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد کے دن دشمن کو پیٹھ دکھانا (۷) پاکدامن ایمان والی اور بے خبر عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

تشریح:۔ یوں تو کفر کی ہر بات انسان کے دامن پر سب سے بُرا داغ ہے لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے وہ شرک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کی عبادات اور اس کی عظمت میں کسی کو شریک بنانا یہ نہ صرف اعتقادی حیثیت سے ایمان واسلام سے صریح بیزاری کا اظہار ہے بلکہ فطرت پر ایک بہت بڑا ظلم اور عقل و دانش سے سب سے بڑی بغاوت ہے اس لئے پروردگارِ عالم کا اٹل فیصلہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں ہر کوتاہی ولغزش قابل معافی ہو سکتی ہے مگر شرک کا جرم ہرگز قابل معافی نہیں ہوگا ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (النساء:۴۸)

ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس جرم کونہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا۔

چونکہ شرک انسانی فطرت سے نیک بختی کا بیج جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور انسان کی روحانی ترقی کی ساری استعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اس لئے اس حدیث میں ہلاکت میں ڈالنے والی جن باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے ان میں شرک کا جرم سب سے پہلے ہے۔

اس حدیث میں دوسرا ہلاک کرنے والا فعل ''سحر'' بتایا گیا ہے سحر کے بارے میں علماء کہتے ہیں کہ جس طرح سحر اور جادو کرنا حرام ہے اسی طرح جادو سیکھنا اور سحر کا علم حاصل کرنا بھی حرام ہے جو آخرت میں ہلاکت کا سبب بنے گا۔

اس حدیث میں دشمن کے مقابلہ سے راہِ فرار اختیار کرنے کے مذموم فعل کو بھی ہلاکت کا موجب بتایا گیا ہے اس لئے جس شخص نے اتنی بزدلی اور پست ہمتی دکھائی کہ عین اس موقع پر جبکہ اس کو ایمانی شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑا ہوا وہ دراصل اپنی اس مذموم حرکت کے ذریعے اہل اسلام کی رسوائی کا سبب بنا، لہٰذا اس کو آخرت کے عذاب اور ہلاکت کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ (مظاہر حق جدید: ج۱، ص ۱۳۷، ۱۳۹)

شبِ قدر کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرو

۶۲ ......وعن ابن عمر قال: إن رجالا من أصحاب النبی ﷺ أروا ليلة القدر فی المنام فی السبع الأواخر فقال رسول الله ﷺ: أرى رؤياكم قد تواطئت فی السبع الأواخر فمن كان متحريها فليتحرها فی السبع الأواخر. (كتاب الصوم باب ليلة القدر ص: ۱۸۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کتنے ہی صحابہ کو خواب میں شبِ قدر (رمضان کی) آخری سات راتوں میں دکھلائی گئی چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں یہ بات دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سب کے خواب آخری سات راتوں پر متفق ہیں لہٰذا جو شخص شبِ قدر کی تلاش میں ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اسے آخری

سات راتوں میں تلاش کرے۔

تشریح:۔ احتمال ہے کہ آخری سات راتوں سے وہ راتیں مراد ہوں جو بیس کے فوراً بعد ہیں یعنی اکیسویں شب سے ستائیسویں شب تک یا سب سے آخری راتیں بھی مراد ہوسکتی ہیں یعنی تیئسویں شب سے انتیسویں شب تک اور چونکہ انتیسویں تاریخ یقینی ہوتی ہے اس لئے اس کے مطابق حساب کیا جائے گا، اس بارہ میں آخری احتمال (یعنی تیئسویں شب سے انتیسویں شب تک) زیادہ صحیح ہے۔
(مظاہر حق)

لآ اِلٰہ اِلاّ اللّٰہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے بھی زیادہ بھاری ہے

۶۳ ......وعن أبی سعید الخدری قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: قال موسی علیہ السلام: یا رب علمنی شیئا أذکرک بہ وأدعوک بہ فقال: یاموسی قل: لا إلہ إلا اللّٰہ فقال: یا رب کل عبادک یقول ھذا إنما ارید شیئا تخصنی بہ قال: یا موسی لو أن السموٰات السبع وعامرھن غیری والأرضین السبع وضعن فی کفة ولا إلہ إلا اللّٰہ فی کفة لما لت بھن لا إلہ إلا اللّٰہ۔ رواہ فی شرح السنة (کتاب الدعوات باب ثواب التسبیح ص: ۲۰۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجئے جس کے ذریعے میں آپ کو یاد کروں اور آپ سے دعا مانگوں؟ پروردگار نے فرمایا اے موسیٰ! لا الہ الا اللہ کہو، موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا اے میرے پروردگار! تیرے تمام بندے (یعنی موحدّ ین) یہ کلمہ کہتے ہیں میں تو کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جسے آپ میرے ہی لئے مخصوص کردیں (جس میں میرا اور کوئی شریک نہ ہو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ ان کے سارے مکین (یعنی تمام فرشتے) اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لا الہ الا اللہ یعنی اس کا ثواب دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً ان چیزوں کے پلڑے سے لا الہ الا اللہ کا پلڑا جھک جائے گا۔

تشریح:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الہام کیا کہ وہ اس بات کی درخواست کریں اور رب العزت انہیں یہ جواب دیں تا کہ اس عظیم تر کلمہ کی عظمت عوام وخواص کی نظروں میں ظاہر ہو اور وہ اس کو ہر وقت اور ہر حالت میں اپنا ورد بنالیں اور اس پر مداومت کریں۔ (مظاہر حق)

ساتوں آسمانوں کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں

۶۴......وعن ثوبان عن النبی ﷺ قال: إن العبد ليلتمس مرضاة الله فلايزال بذلك فيقول الله عزوجل لجبريل: إن فلانا عبدی يلتمس أن يرضينی ألا وإن رحمتی عليه فيقول جبريل: رحمة الله على فلان ويقولها حملة العرش ويقولها من حولهم حتى يقولها أهل السموات السبع ثم تهبط له إلى الأرض۔ (كتاب الدعوات باب سعة رحمة الله تعالى ص:۲۰۸)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:'جو (نیک) بندہ (طاعات کی ادائیگی کے ذریعے) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو تلاش کرتا ہے اور پھر ہمیشہ اس کی تلاش میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل سے فرماتے ہیں کہ میرا فلاں بندہ میری رضا وخوشنودی کی تلاش میں ہے لہٰذا آگاہ رہو اس پر میری رحمت (کاملہ) ہے، چنانچہ حضرت جبرائیل کہتے ہیں کہ فلاں شخص پر اللہ کی رحمت ہو، یہی بات عرش کو اٹھانے والے فرشتے بھی کہتے ہیں، پھر یہی بات وہ فرشتے کہتے ہیں جو ان سب کے گرد ہوتے ہیں یہاں تک کہ اس بات کو ساتوں آسمانوں کے فرشتے کہتے ہیں، چنانچہ پھر اس شخص کیلئے زمین پر رحمت نازل فرمائی جاتی ہے۔

تشریح:۔ ''اس شخص کیلئے زمین پر رحمت نازل ہونے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنا دوست اور پسندیدہ بناتا ہے اور روئے زمین پر اس کیلئے قبولیت عام کی فضا پیدا فرما دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا والے اس کو عزیز رکھتے ہیں اور ان کے قلوب میں اس کیلئے محبت و پیار اور عظمت واحترام کے پُرخلوص جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔

اس ارشادِ گرامی کو سامنے رکھئے تو واضح ہو جائے گا کہ اولیاء اللہ کی عام شہرت وقبولیت اور عوام کے قلوب میں ان کیلئے بے پناہ محبت وعقیدت کا واحد سبب یہ ہوتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کو دوست

رکھتا ہے اور پھر روئے زمین پر ان کیلئے عام قبولیت و محبت کی فضا پیدا کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں تمام لوگ ان کو دوست وعزیز رکھتے ہیں، ہاں جو لوگ مکر وفریب کے راستوں سے اپنا مال وزر خرچ کر کے عوام کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں وہ اس زمرہ سے خارج ہیں کیونکہ ایسے لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۲/ ۵۸۲)

سات معبودوں میں چھ جھوٹے ایک سچا

۶۵ ......عن عمران بن حصين قال: قال النبى ﷺ لأبى: يا حصين كم تعبد اليوم إلها قال أبى: سبعة: ستا فى الأرض وواحدا فى السماء قال: فأيهم تعدلرغبتك ورهبتك قال: الذى فى السماء قال: يا حصين أما إنك لو أسلمت علمتك كلمتين تنفعانك قال: فلما أسلم حصين قال: يارسول الله علمنى الكلمتين اللتين وعدتنى فقال: قل اللهم ألهمنى رشدى وأعذنى من شر نفسى۔ رواه الترمذى (كتاب الدعوات باب الاستعاذه ص: ۲۱۷)

ترجمہ:۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے میرے باپ (حضرت حصینؓ) سے (جو اس وقت تک ایمان واسلام کی دولت سے بہرہ مند نہیں ہوئے تھے) فرمایا اے حصین! آج کل تم کتنے معبودوں کی بندگی کرتے ہو؟ میرے باپ نے عرض کیا کہ سات معبودوں کی، جن میں سے چھ تو زمین پر ہیں اور ایک آسمان میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا پھر ان میں سے کون سا معبود تمہاری امید اور تمہارے خوف کا مرجع ہے؟ یعنی ان میں سے کس معبود سے تم ڈرتے ہو اور اس سے بھلائی کی امید رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جو آسمان میں ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے حصین! جان لو اگر تم مسلمان ہو جاتے تو میں تمہیں دو کلمے سکھاتا جو تمہیں (دنیا وآخرت) میں فائدہ پہنچاتے، حضرت عمرانؓ کہتے ہیں کہ چنانچہ جب (میرے باپ) حضرت حصینؓ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے اب وہ دو کلمے بتائیے جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ پڑھو اَللّٰھُمَّ أَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَأَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ (اے اللہ! میرے دل میں میری ہدایت ڈال اور میرے نفس کی برائی سے مجھے پناہ دے)۔

تشریح:۔ ''اور ایک آسمان میں ہے'' یہ بات حضرت حصینؓ نے اپنے گمان کے مطابق کہی تھی کیونکہ وہ ایمان و اسلام کی دولت سے اس وقت تک بہرہ ور نہیں ہوئے تھے انہیں کیا معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی جگہ اور کوئی مقام مقرر نہیں ہے وہ تو زمین اور آسمان کے ایک ایک ذرہ پر حاوی اور محیط ہے اس کی ذات کسی مقام اور کسی جگہ کے ساتھ مختص نہیں ہے یا پھر یہ کہا جائے گا کہ ان کی اس بات کا مفہوم یہ تھا کہ وہ خدا جس کی آسمان میں فرشتے عبادت کرتے ہیں۔ (مظاہرِ حق جدید: ۲/ ۶۲۷)

ساتوں زمین سے ایک بالشت طوق

۶۶......عن سعید بن زید قال: قال رسول الله ﷺ: من أخذ شبرا من الأرض ظلما فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين متفق عليه (باب الغصب والعارية ص: ۲۵۴)

ترجمہ:۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین بھی ازراہِ ظلم لے گا قیامت کے دن ساتوں زمینوں میں سے اتنی ہی زمین اس کے گلے میں بطور طوق ڈالی جائے گی۔

تشریح:۔ کسی کی کوئی بھی چیز خواہ وہ زیادہ ہو یا کتنی ہی کم ہو اس سے زبردستی چھین لینا یا ہڑپ کر لینا نہ صرف یہ کہ ایک ظلم ہے بلکہ شرعی طور پر انتہائی سخت جرم اور گناہ ہے اور اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی زمین کا ایک بالشت بھر حصہ بھی زبردستی ہتھیا لے گا تو اسے اس کے ظلم وجور کی یہ سزا دی جائے گی کہ قیامت کے دن زمین کا صرف وہی حصہ نہیں جو وہ غصب کرے گا بلکہ ساتوں زمین میں سے اتنی ہی زمین لے کر اس کے گلے میں بطور طوق ڈال دی جائے گی، العیاذ باللہ۔ شرح السنۃ میں ''طوق ڈالنے'' کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی کی زمین کا بالشت بھر حصہ بھی غصب کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے زمین میں دھنسائے گا چنانچہ زمین کا وہ قطعہ جو اس نے غصب کیا ہوگا اس کے گلے کو طوق کی مانند جکڑ لے گا۔ (مظاہرِ حق)

(جاری ہے)

حرام کھانے اور پہننے والے کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ " يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ " يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ " ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ " رواہ مسلم۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اس نے اس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے۔ وہی اپنے سب مومن بندوں کو دیا ہے پیغمبروں کیلئے اس کا ارشاد ہے۔" اے رسولو! تم کھاؤ پاک اور حلال غذا، اور عمل کرو صالح، اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے اس نے فرمایا:
ہے کہ اے ایمان والو! تم ہمارے رزق سے حلال اور طیب کھاؤ" اور حرام سے بچو" اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ایک ایسے آدمی کا جو طویل سفر کر کے کسی مقدس مقام پر ایسی حالت میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔ اے میرے رب! اے میرے پروردگار اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے۔ اس کا لباس بھی حرام ہے۔ اور حرام غذا سے اسکا نشوونما ہوا ہے۔ تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہو؟

تشریح: آج بہت سے دعا کرنے والوں کے دلوں میں یہ سوال اُٹھتا ہے جب دعا اور قبولیت برحق ہے اور دعا کرنے والوں کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ "ادعونی استجب لکم" تم دعا کرو میں قبول کروں گا" پھر ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں۔ اس حدیث میں اس کا پورا جواب ہے۔ آج دعا کرنیوالوں میں کتنے ہیں۔ جن کو اطمینان ہے کہ وہ جو کھا رہے ہیں جو پی رہے ہیں جو پہن رہے ہیں وہ سب حلال اور طیب ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

ایک بندہ خدا

مرتب:۔ مولانا محمد اقبال قریشی

افاداتِ اشرفیہ

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

آمدنی وخرچ کا انتظام رکھنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کسی آدمی کے قدم (حساب کے موقع سے) نہیں ہٹیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو چکے گا، اور ان پانچ میں دو یہ بھی ہیں کہ اس کے مال کے متعلق بھی (سوال ہوگا) کہ کہاں سے کمایا (یعنی حلال سے یا حرام سے) اور کاہے میں خرچ کیا۔

تشریح:۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ کمانے میں بھی کوئی کام دین کے خلاف نہ کرے جیسے سود لینا اور رشوت لینا اور کسی کا حق دبالینا۔ جیسے کسی کی زمین چھین لینا موروثی کا دعویٰ کرنا یا کسی کا قرض مار لینا یا کسی کا حصہ میراث کا نہ دینا جیسے بعض آدمی لڑکیوں کو نہیں دیتے یا اس کے کمانے میں اتنا کھپ جانا کہ نماز کی پرواہ نہ رہے یا آخرت کو بھول جانا یا زکوٰۃ و حج ادا نہ کرے یا دین کی باتیں سیکھنا یا بزرگوں کے پاس آنا جانا چھوڑ دے اور اس طرح خرچ کرنے میں بھی کوئی کام دین کے خلاف نہ کرے جیسے گناہوں کے کام میں خرچ کرنا یا شادی غمی کی رسموں میں یا نام کے لئے محض نفس کے خوش کرنے کو ضرورت سے زیادہ کھانے کپڑے یا مکان کی تعمیر یا سجاوٹ یا سواری، شکاری یا بچوں کے کھیل کھلونوں میں خرچ کرنا سو ان سب احتیاطوں کے ساتھ مال کمائے یا جمع کرے کچھ ڈر نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ایسا کرنا ضروری ہے جیسے بیوی بچوں کا ساتھ ہے اور ان کے کھانے پینے یا ان کو دین سکھانے میں روپے کی حاجت ہے یا دین کی حفاظت میں روپیہ کی ضرورت ہے جیسے علم دین کے مدرسے ہیں یا مسجدیں ہیں۔

حلال پیشہ بہتر ہے مانگنے سے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لمبی حدیث میں ہے)، روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مانگنے آیا۔ آپ نے اس کے گھر سے ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ پانی پینے کا منگا کر اور اس کو نیلام کر کے اس کی قیمت میں سے کچھ اناج اور کلہاڑی خرید کر

اس کو دے کر فرمایا جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر بیچو۔ پھر فرمایا یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ مانگنے کا کام قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر ذلت کا ایک داغ ہو کر ظاہر ہو۔

تشریح:۔ اس سے ثابت ہوا کہ حلال پیشہ کیسا ہی گھٹیا ہو اگر چہ گھاس ہی کھودنا ہو مانگنے سے بہتر ہے اگر چہ شان ہی بنا کر مانگا جائے جیسے بہت لوگوں نے چندہ مانگنے کا پیشہ کرلیا ہے جس سے اپنی ذلت اور دوسروں پر گرانی ہوتی ہے البتہ اگر دینی کام کیلئے عام خطاب سے چندہ کی ضرورت ظاہر کی جائے تو مضائقہ نہیں۔

امتیازِ قومی

یعنی اپنا لباس اپنی وضع اپنی بول چال، اپنا برتاؤ وغیرہ غیر مذہب والوں سے الگ رکھنا، دوسری قوموں کی وضع و عادات بلاضرورت اختیار کرنے کو شریعت نے منع کیا ہے پھر ان میں بعض چیزیں تو ایسی ہیں کہ اگر دوسری قوموں سے ان کی خصوصیت نہ بھی رہے تب بھی گناہ رہیں گی جیسے ڈاڑھی منڈانا یا حد سے باہر کترانا یا گھٹنوں سے اونچا پائجامہ یا جانگیہ پہننا کہ ہر حال میں ناجائز ہے۔

۱۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضع وغیرہ میں کسی قوم کی شباہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔

(ف): یعنی اگر کفار فساق کی وضع بنائے گا وہ گناہ میں اس کا شریک ہوگا۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں کی شباہت بناتے ہیں، اور ان عورتوں پر جو مردوں کی شباہت بناتی ہیں۔

۳۔ ابن ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی عورت پر لعنت فرمائی۔ (ابوداؤد)

(ف): آج کل عورتوں میں اس کا بہت رواج ہوگیا ہے اور بعض تو انگریزی جوتا پہنتی ہیں جس سے دو گناہ ہوتے ہیں ایک مردوں کی وضع کا دوسرا غیر قوم کی وضع کا۔

حقوق العباد کی اہمیت

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص

ہماری جماعت سے خارج ہے جو ہمارے کم عمر پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑی عمر والے کی عزت نہ کرے (کیونکہ یہ بھی مسلمان کا حق ہے کہ موقع پر اس کو دین کی باتیں بتلادیا کرے مگر نرمی اور تہذیب سے)۔ (ترمذی)

۲۔ سفیان ابن اسد حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ بہت بڑی خیانت کی بات ہے کہ تو اپنے بھائی (مسلمان) کو کوئی ایسی بات کہے کہ وہ اس میں تجھ کو سچا سمجھ رہا ہے اور تو اس میں جھوٹ کہہ رہا ہے۔ (ابوداؤد)

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی مسلمان اپنے بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے یا ویسے ہی ملاقات کیلئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو بھی پاکیزہ ہے اور تیرا چلنا بھی پاکیزہ ہے تو نے جنت میں اپنا مقام بنالیا ہے۔

نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا ان سے محبت رکھنا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت ایسے لوگوں کیلئے واجب یعنی ضروری الثبوت ہوگئی جو میرے ہی علاقہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو میرے ہی علاقہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں۔

(ف): یہ جو فرمایا میرے علاقہ سے، مطلب یہ کہ محض دین کے واسطے، حضرت ابوزرینؓ سے روایت ہے ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جو اس دین کا بڑا مدار ہے جس سے تم دنیا وآخرت کی بھلائی حاصل کرسکتے ہو ایک تو اہل ذکر کی مجالس مضبوط پکڑ لو، اور دوسرے جب تنہا ہوا کرو، جہاں تک ممکن ہو ذکر اللہ کے ساتھ زبان کو متحرک رکھو اور تیسرے اللہ ہی کیلئے محبت رکھو اور اللہ ہی کیلئے بغض رکھو۔

(ف): یہ بات تجربہ سے بھی معلوم ہوئی ہے کہ صحبتِ نیک جڑ ہے تمام دین کی، دین کی حقیقت، دین کی حلاوت، دین کی قوت کے جتنے ذریعے ہیں سب سے بڑھ کر ذریعہ ان چیزوں کا صحبتِ نیک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ ہم جن لوگوں کے پاس بیٹھتے ہیں ان میں سے اچھا کون شخص ہے (کہ اسی کے پاس بیٹھا کریں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا شخص (پاس بیٹھنے کیلئے سب سے اچھا ہے) کہ جس کا دیکھنا تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلادے اور اس کا بولنا تمہارے علم و دین میں ترقی دے اور اس کا عمل تم کو آخرت کی یاد دلادے۔

☆☆☆

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاسَأَلَکَ مِنْہُ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

❋

یا اللہ! میں آپ سے اُن تمام چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو آپ سے آپ کے بندے اور نبی محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں، اور اُن تمام بُری چیزوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں جن سے آپ کے بندے اور نبی محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پناہ مانگی ہے۔

خلیق احمد مفتی، عجمان

''مال'' میں برکت کے اسباب

قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلاَ تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا (النساء: ۵)

تم ناسمجھ لوگوں کو اپنا مال مت دو کہ جسے اللہ نے بنایا ہے تمہارے لئے گذران کا ذریعہ۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ''مال'' کو انسان کیلئے ''قیام'' یعنی اس دنیا میں اس کی بقاء اور روزگار کا ذریعہ و وسیلہ قرار دیا گیا ہے، یقیناً اس سے انسان کیلئے ''مال'' کی ضرورت و اہمیت واضح و ثابت ہوتی ہے۔

درحقیقت انسان کیلئے مال اس کے خالق و مالک کی طرف سے بہت بڑا احسان و انعام ہے، کیونکہ مال کی بدولت انسان اپنے لئے، نیز اپنے اہل وعیال کیلئے خوردونوش و دیگر بنیادی و فطری حوائج وضروریات کا انتظام کرتا ہے، مال کی بدولت ہی انسان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی عزت وآبرو کی حفاظت کرتا ہے اور دوسروں کی طرف احتیاج و افتقار کی ذلت ورسوائی سے محفوظ و مأمون رہتا ہے، اور اسی مال کی بدولت ہی انسان ''انفاق فی سبیل اللہ'' کے ذریعے اپنے خالق و مالک کا قرب حاصل کرتا ہے، اہلِ ضرورت، نیز فقراء ومساکین کی مدد واعانت کے نتیجے میں وہ اپنے دامن میں ربِ کریم کی طرف سے اجرِ عظیم، خیر وبرکت کا سامان اور ان فقراء ومساکین کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی نیک دعائیں بھی سمیٹتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کیلئے ''مال'' دراصل ''نعمت'' ہے، یہ اور بات ہے کہ انسان بعض اوقات اپنے ہی غلط تصرفات اور نامناسب اقدامات کی وجہ سے اس نعمت کو ''فتنہ'' اور وبال بنالیتا ہے۔ اس سلسلہ میں تمام تر اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان مال کماتے وقت حرام

ذرائع سے اجتناب کرے، اور پھر مال خرچ کرتے وقت بھی ''حرام'' میں خرچ کرنے سے مکمل اجتناب کرے، کیونکہ قیامت کے روز مال کے بارے میں انسان سے دونوں باتوں کا سوال ہوگا (مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ؟ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ؟) یعنی: ''مال کمایا کہاں سے؟ اور پھر خرچ کہاں کیا؟ (ترمذی: ۲۴۱۶)

اور پھر مزید یہ کہ حرام کی بجائے صرف حلال اور مباح راستوں میں مال خرچ کرتے وقت بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے اور اسراف سے اجتناب کیا جائے۔ نیز زکوٰۃ و دیگر نفقات واجبہ کی ادائیگی میں کسی قسم کو کوتاہی وتقصیر نہ ہو۔

''مال'' سے متعلق مذکورہ اسلامی تعلیمات وتوجیہات کی مکمل پابندی و پاسداری کرنے والے انسان کیلئے ''مال'' یقیناً نعمت ہی قرار پائے گا اور ان شاء اللہ دونوں جہانوں میں اس کیلئے خیر وبرکت کا ذریعہ ہی ثابت ہوگا۔

نیز اس بارے میں یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ مال بذات خود مذموم نہیں بلکہ اس کی ہوس اور محبت مذموم ہے، جس طرح کشتی کے تیرنے کیلئے اس کے نیچے پانی کا ہونا ضروری ہے، لیکن یہی پانی اگر کشتی کے اندر آ جائے تو یقیناً تباہی کا سبب بنے گا۔ لہٰذا دنیا میں زندگی بسر کرنے کیلئے مال یقیناً ضروری ہے، البتہ اس کی ہوس اور محبت دل کے اندر داخل نہ ہونے پائے، ورنہ بربادی یقینی ہوگی۔

اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی ذہن نشیں رہے کہ ''مال'' کی اس اہمیت کے باوجود مال بذات خود مقصود نہیں ہے، بلکہ اصل مقصود تک رسائی کیلئے مال محض ایک وسیلہ و ذریعہ ہے۔ اور اصل مقصود یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کیلئے مناسب اور باعزت گذر بسر کا انتظام کر سکے، نیز انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کر سکے، اس حقیقی مقصد کیلئے مال محض ایک وسیلہ ہے، نہ کہ اصل مقصود، لہٰذا مال کی ہوس اور محبت مذموم اور ناپسندیدہ ہے، نہ کہ بذاتِ خود مال۔

انسان کیلئے مال کی اس طبعی وفطری ضرورت واہمیت کے بارے میں گذشتہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ مناسب حد کے اندر رہتے ہوئے انسان کو ''کسب مال'' کیلئے سنجیدہ کوشش اور جدوجہد کرنی چاہئے، تاکہ دوسروں پر بوجھ بننے کی بجائے وہ خود کفیل ہو سکے، خصوصاً آج کے اس مادی دور میں کہ جب مختلف طاغوتی قوتوں کی طرف سے اپنے مذہبی وسیاسی واخلاقی اغراض ومقاصد

کی انجام دہی، نیز اپنے نظریات کی تشہیر اور پھر عزائم کی تکمیل کیلئے "اقتصاد" کو حربہ و وسیلہ بنالیا گیا ہے، اور اس حربے کو کامیاب و مؤثر ترین ہتھیار کے طور پر چہار سو استعمال کیا جارہا ہے، دورِ حاضر کی جنگیں "میدانِ جنگ" کی بجائے "میدانِ اقتصاد" میں لڑی جارہی ہیں۔ ایسی صورت حال میں امت مسلمہ کے ہر فرد کو حتیٰ المقدور اقتصادی بہتری، خود انحصاری، اور خود کفالت کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے۔

خصوصاً جبکہ یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ فقر و احتیاج اور مفلسی و ناداری کی وجہ سے انسان بسا اوقات بہت سی ایسی مشکلات اور ایسے تکلیف دہ حالات کا شکار ہوجاتا ہے جو اس کے دین و ایمان کیلئے خطرہ بن جاتے ہیں، محتاج و بے بس انسان اخلاقی پستی، ذہنی و نفسیاتی زوال و انحطاط، نیز جسمانی عوارض و امراض کے گرداب میں پھنستا چلا جاتا ہے، اور معاشرے میں بے وقعت ہوکر رہ جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی فطری و خداد صلاحیتیں متأثر ہوتی ہیں اور بسا اوقات اس کی تعمیری صلاحیتیں تخریبی سرگرمیوں کی نذر ہوجاتی ہیں۔ ایسی صورتِ حال سے محفوظ و مأمون رہنے کیلئے بھی بطور "احتیاطی تدبیر" معاشی استحکام اور خود کفالت کیلئے سنجیدہ جدو جہد ضروری ہے۔

چنانچہ اقتصادی بہتری، معاشی استحکام و خوشحالی، مال میں خیر و برکت اور وسعت و کشادگی کی غرض سے ہر جائز و مباح طریقہ اپنانے اور ہر مناسب تدبیر و وسیلہ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ان "اسباب و تدابیر" کو ضرور یاد رکھا جائے جن کی تاکید و تلقین قرآن و حدیث میں کی گئی ہے۔ ان اسباب و تدابیر کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(۱) تقویٰ

یعنی زندگی کے ہر شعبے میں عموماً اور مالی معاملات میں خصوصاً خوفِ خدا و پرہیزگاری کو اپنا شیوہ و شعار بنایا جائے، اسلامی آداب و تعلیمات اور شرعی احکام و حدود و قیود کی مکمل پاسداری ہو، نیز ظاہری و باطنی تمام معاصی و منکرات سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ. (الأعراف: ۹۶)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

نیز ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَحْتَسِبُ

اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے چھٹکارے کی شکل پیدا فرما دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے ایسی جگہ سے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔ (الطلاق:۲۔۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْعَبْدَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهٗ

انسان کو اس کے کسی گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ:۴۰۲۲)

یعنی بعض اوقات انسان کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور اس گناہ کی نحوست اور وبال کی وجہ سے اس کے رزق میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

(۲) دعاء

انسان کو چاہئے کو اپنے مال میں خیر و برکت اور وسعت و کشادگی کیلئے ظاہری کوشش، تگ و دو، اور جدوجہد کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و مالک کے سامنے خوب الحاح و زاری، دلجمعی اور توجہ کے ساتھ دعاء والتجاء کا اہتمام بھی کیا کرے، کیونکہ زمین و آسمان کے تمام خزانوں کا مالک حقیقی تو وہی ہے، اور ہر قسم کے تصرف کی قدرت بھی صرف اسے ہی حاصل ہے۔ اور پھر اس نے خود ہی بندوں کو یہ حکم بھی دے رکھا ہے کہ: (أُدْعُوْنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ) یعنی "تم مجھے پکارو، میں تمہاری پکار کو قبول کرتا ہوں"۔ (المؤمن:٦٠)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (اَلدُّعَاءُ سِلاَحُ الْمُؤْمِنِ) "دعاء مؤمن کا ہتھیار ہے"۔ (مجمع الزوائد، باب الاستنصار بالدعاء)

(۳) کثرت استغفار

گناہوں سے بچنے کی عملی کوشش اور اہتمام کے ساتھ ساتھ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت "توبہ و

استغفار'' کی خوب کثرت ہو، کیونکہ یہ چیز فراخی رزق، نیز دنیا و آخرت میں ہر قسم کی خیر و خوبی اور برکت کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ اِنَّه، كَانَ غَفَّارًا. يُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا.
وَّيُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ جَنّٰتٍ وَّيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ اَنۡهٰرًا.

اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، یقیناً وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا، اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔ (نوح: ۱۰۔۱۲)

ان آیات کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سامنے قحط اور خشک سالی کا گلہ کیا، آپؒ نے جواب میں اسے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ سے استغفار کرو، اس کے بعد کسی نے فقر و محتاجی کا گلہ کیا، آپؒ نے اسے بھی یہی نصیحت فرمائی کہ اللہ سے استغفار کرو، اس کے بعد کسی نے بے اولاد ہونے کا شکوہ کیا، آپؒ نے اسے بھی یہی نصیحت فرمائی کہ اللہ سے استغفار کرو، اور پھر آپؒ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت کی: فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ......) ''پھر میں نے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو......''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنۡ لَزِمَ الاِ سۡتِغۡفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَه، مِنۡ كُلِّ هَمٍّ فَرَجاً، وَمِنۡ كُلِّ ضِيۡقٍ مَخۡرَجاً، وَرَزَقَه، مِنۡ حَيۡثُ لاَ يَحۡتَسِبُ.

جو شخص ہمیشہ استغفار کی پابندی کرتا رہے، اللہ اس کیلئے ہر غم سے نجات اور ہر تکلیف و تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا فرماتا ہے، اور اسے ایسے راستوں سے رزق عطاء فرماتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ (ابوداؤد: ۱۵۱۸)

(۴) مفید اسباب اختیار کرنا

اس قانونِ قدرت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ نتائج کو مقدمات کے ساتھ، نیز مسببات کو

اسباب کے ساتھ مشروط کردیا گیا ہے۔ لہٰذا دنیوی و اخروی تمام معاملات میں صلاح و فلاح کیلئے اللہ پر توکل و اعتماد کے ساتھ ساتھ ایسے تمام اسباب و وسائل کو اختیار کرنا ضروری ہے جو حصول مقصد میں نافع و مفید ہوسکتے ہوں۔ لہٰذا مال میں خیر و برکت کے حصول کیلئے بھی اللہ پر توکل و اعتماد کے ساتھ ساتھ مفید اسباب کو ضرور اختیار کیا جائے۔ مثلاً یہ کہ مناسب جدوجہد اور کوشش کی جائے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

پھر جب نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہوسکے۔ (الجمعہ:۱۰)

اسی طرح '' مناسب اسباب '' میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان کا تعلق خواہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے ہو اور اس کا ذریعۂ معاش (شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے) جو کچھ بھی ہو، اس کیلئے اپنے اس پیشے اور ذریعۂ معاش میں خوب مہارت و عمدگی حاصل کرنا اور حسنِ کارکردگی کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے، تاکہ اس طرح خود اس کیلئے بھی مسلسل ترقی و بہتری اور پیش قدمی کی راہ ہموار ہوسکے، نیز خلقِ خدا بھی اس کی فنی مہارت اور عمدہ کارکردگی سے مستفید اور فیض یاب ہوسکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اِذَا عَمِلَ اَحَدُكُمْ عَمَلاً اَنْ يُّتْقِنَهٗ

اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب کوئی کام کرے تو اسے خوب اچھی طرح انجام دے۔ (البيهقي في شعب الايمان: ۱۱/۲۹۸)

(جاری ہے)

☆☆☆

محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین سے درخواست ہے کہ صرف ایسے علمی، ادبی اور معاشرتی سوالات ارسال کئے جائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے پرہیز کیجئے۔ (ادارہ)

سوال:۔ قسطوں پر خرید و فروخت کی صورت میں مقررہ وقت پر قسطِ ثمن ادا نہ کرنے پر مخصوص جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے اس صورت میں اور اس کے بغیر اس بیع کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ قسطوں پر اشیاء کی خرید و فروخت میں یہ شرط لگانا کہ اگر خریدار نے وقت پر ادائیگی نہ کی تو وہ اس قدر جرمانہ ادا کرے گا شرعاً ناجائز ہے، البتہ اس شرط کے بغیر قسطوں پر خریداری جائز ہے بشرطیکہ قسطیں متعین ہوں۔

سوال:۔ مصنوعات جیسے پنکھے وغیرہ کے ساتھ گارنٹی کی شرط جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ پنکھا وغیرہ خریدتے وقت گارنٹی کی شرط بعض حالات میں اگرچہ تقاضائے بیع کے خلاف ہے لیکن آجکل چونکہ یہ شرط معروف ہوچکی ہے اور اس کو تقاضائے بیع کے خلاف نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس شرط کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہے۔

سوال:۔ بکرے اور مرغیاں وغیرہ تول کر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بکرے اور مرغی وغیرہ کو تول کر بیچنا شرعاً جائز ہے بشرطیکہ جانور متعین ہو اور اس کی قیمت بھی متعین کرلی جائے جس کی صورت یہ ہے کہ جو جانور لینا ہو اس کو منتخب کرنے کے بعد اس کی فی کلو قیمت (مثلاً ۱۰۰ روپے فی کلو) طے کرکے اسے تول لیا جائے پھر جو کل رقم بنے اس پر معاملہ کرلیا جائے۔

سوال:۔ گندم کی پسائی میں گندم پیسنے والے کا ایک خاص مقدار آٹے کی بطور اجرت کاٹنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو جائز صورت کیا ہے؟

جواب:۔ گندم پیسنے والے کا اسی گندم کے آٹے میں سے ایک خاص مقدار بطور اجرت طے کرنا شرعاً ناجائز ہے حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے تاہم اگر یہ صورت اختیار کی جائے کہ اس پسی جانے والی گندم سے اجرت متعین نہ لی جائے بلکہ پیسنے والے سے یوں کہا جائے کہ تم یہ گندم

پیس دو اس کی اجرت میں تمہیں اتنا آٹا دوں گا، جو گندم پیسی جارہی ہے اس میں سے دینے کا بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ طریقہ درست ہے پھر چاہے وہ اجرت اسی گندم کے آٹے سے ادا کردی جائے یا کسی اور آٹے سے ادا کی جائے۔

سوال:۔ٹوپی پہنے بغیر نماز پر کیا فرق پڑتا ہے کیا نماز مکروہ ہوجاتی ہے؟

جواب:۔ سستی یا لاپرواہی کی بنا پر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ عجز وانکساری کے طور پر اگر کوئی ننگے سر نماز پڑھے جیسا کہ حالتِ احرام میں تو اس میں کراہت نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر گھر کے ایک کمرے میں تصویر ہو اور دوسرے کمرے میں نماز پڑھی جائے تو نماز ہوجاتی ہے؟

جواب:۔ مذکورہ صورت میں نماز درست ہے تاہم جاندار کی تصویر گھر میں آویزاں کرنا شرعاً جائز نہیں، اس کا گناہ ہوگا۔

سوال:۔نماز کے بعد سجدے میں جاکر دعا مانگنا کیسا ہے؟

جواب:۔نماز ختم کرنے کے بعد سجدہ میں جاکر سب کے سامنے دعا کرنے کی عادت بنانا مکروہ ہے اس سے اجتناب کرنا چاہئے البتہ تنہائی میں لازم سمجھے بغیر اگر کبھی کبھار سجدہ میں جاکر دعا کرلی جائے تو اس کی ممانعت نہیں۔

سوال:۔ فجر اور عصر کے بعد سجدہ کرنا کیوں منع ہے؟ تفصیل سے بتائیں۔

جواب:۔ فجر اور عصر کے بعد کے اوقات کو شریعت نے صرف فرائض کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اس لئے اس میں قضاء پڑھی جاسکتی ہے، لیکن نوافل جائز نہیں، اور سجدۂ تلاوت بھی جائز ہے۔

سوال:۔ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت جہراً (بلند آواز سے) کیوں نہیں ہوتی؟

جواب:۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز میں سراً (آہستہ آواز میں) قراءت کی جائے اور بقیہ نمازوں میں جہراً (اونچی آواز میں) قراءت کی جائے اور مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ احکام الٰہیہ پر سرِ تسلیم خم کردے اور حکمتوں کو تلاش نہ کرے، تاہم جہاں تک اس حکم کی حکمت کا تعلق ہے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''احکام اسلام عقل کی نظر میں'' کے اندر اس کی جو حکمت بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے مغرب، عشاء اور فجر کے اوقات میں لوگوں کو اپنے دنیاوی امور ومشاغل سے فراغت ہوتی ہے اور یہ اوقات سکون وآرام کے

ہیں اور ان اوقات میں ہموم و افکار کم ہوتے ہیں لہٰذا ان اوقات میں کہی ہوئی بات دل پر زیادہ اثر کرتی ہے اور دماغ اس کو قبول کرتا ہے اس لئے ان اوقات میں جہراً قراءت کا حکم دیا گیا ہے جبکہ ان کے برعکس ظہر اور عصر کے اوقات دنیوی مصروفیت کے اوقات ہیں اور ان اوقات میں کثرت مشاغل اور شور وشغب کی وجہ سے دل و دماغ فارغ نہیں ہوتے اور پوری طرح توجہ نہیں دے پاتے اس لئے ان اوقات میں آہستہ آواز سے قراءت کا حکم دیا گیا جو کہ حکمت اور مصلحت کے عین مطابق تھا۔ مزید تفصیل کیلئے کتاب ''احکام اسلام عقل کی نظر میں'' (مولفہ حضرت تھانویؒ) ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:۔ فجر اور عصر کے بعد کیا کوئی قضاء نماز پڑھی جاسکتی ہے یا اور کوئی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب:۔ عین طلوع آفتاب، عین غروبِ آفتاب اور عین استوا کے اوقات میں نفل، فرض، قضاء ہر قسم کی نماز مکروہ ہے البتہ صرف اسی دن کی عصر کی نماز غروبِ آفتاب کے وقت پڑھی جاسکتی ہے۔ اور فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب سے پہلے تک نفل نماز مکروہ ہے البتہ قضاء نماز، سجدہ تلاوۃ، اور نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

سوال:۔ نماز میں بچوں کو صفوں سے نکال کر پیچھے کرنا جائز ہے؟ اگر بچہ نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا ہو تو اس کو پکڑ کر پیچھے کرنا کیسا ہے؟ کیا بچوں کے صف میں کھڑے ہونے پر صف میں کوئی خلل آتا ہے؟

جواب:۔ بچوں کی صف مردوں کی صف کے پیچھے بنانا سنت ہے لہٰذا جماعت کا وقت ہو اور بچے حاضر ہوں تو پہلے مرد صفیں بنائیں ان کے بعد بچوں کی صف بنائی جائے تاہم بچے اگر مردوں کی صفوں میں آکر کھڑے ہوجائیں تو اس سے مردوں کی نماز میں کوئی خلل نہیں آتا مردوں کی نماز ہوجاتی ہے لہٰذا اگر نماز شروع ہوجانے کے بعد بچے آکر مردوں کی صفوں میں کھڑے ہوجائیں تو مردان کے ساتھ ہی صف میں شامل ہوجائیں ان کو پیچھے نہ ہٹائیں اور اگر بچوں کی علیحدہ صف بنانے میں یہ اندیشہ ہو کہ وہ کھیل کود اور شور شرابا کرکے اپنی اور دوسرے نمازیوں کی نماز خراب کریں گے تو اس صورت میں ان کی علیحدہ صف بنانے کی بجائے ان کو مردوں کی صفوں میں متفرق طور پر کھڑا کردیا جائے، یا کنارے پر کھڑا کردیا جائے۔

سوال:۔ قرآن پاک میں ایک آیت ہے جس کا ترجمہ ہے ''بدکار عورتیں بدکار مردوں

کیلئے ہیں اور بدکار مرد بدکار عورتوں کیلئے ہیں'' اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ اس آیت کا تعلق دنیا سے ہے یا یہ آیت آخرت کے اعتبار سے ہے؟ اگر ایک آدمی بدکار ہے اور وہ سارا دن گھر سے باہر بدکاریاں کرتا ہے اور اس کی بیوی پاکباز ہے اور سارا دن اس کے گھر میں اس کے والدین کی خدمت کرتی ہے یا ایک مرد نیک ہے سارا دن محنت مزدوری کرتا ہے اور اس کی بیوی کا کسی غیر مرد سے تعلق ہے تو ان پر اس آیت کا انطباق کیسے ہوگا؟

جواب:۔ اس آیت سے مقصود ایک قاعدہ بیان کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت پر استدلال کرنا ہے کہ بری عورتیں برے مردوں کے لائق ہیں اور برے مرد بری عورتوں کے لائق ہیں جبکہ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لائق ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لائق ہیں اور چونکہ حضور ﷺ سب سے پاکیزہ ہستی ہیں اس لئے آپ کو بیویاں بھی پاکیزہ دی گئی ہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی مرد بدکار ہو تو اس کی بیوی بھی لازمی طور پر بدکار ہوگی یا کوئی عورت بدکار ہو تو اس کا شوہر بھی بدکار ہوگا۔ مزید تفصیل کیلئے معارف القرآن تفسیر سورۂ نور آیت ۲۶ ملاحظہ ہو۔

سوال:۔ صبح کے وقت چہل قدمی کرتے ہوئے اگر کیسٹ پلیئر پر تلاوت سنی جائے تو کوئی گناہ تو نہیں؟ یا یہ بے ادبی تو نہیں؟

جواب:۔ شرعاً اس طرح تلاوت سننے کی ممانعت نہیں ہے۔

سوال:۔ نیند میں جو خواب آتے ہیں اگر اچھے ہوں تو اس کا ذکر گھر کے افراد سے کرسکتے ہیں اور ان کی تعبیر کن سے معلوم کی جائے؟

جواب:۔ کرسکتے ہیں، البتہ تعبیر کن سے معلوم کی جائے؟ اس بارے میں دارالافتاء سے کوئی معلومات فراہم نہیں کی جاسکتیں کیونکہ دارالافتاء سے صرف شرعی مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

سوال:۔ سورۂ التوبہ کے درمیان سے اگر شروع کریں تو بسم اللہ پڑھ لیں؟

جواب:۔ جی ہاں ایسی صورت میں بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

مدرسۃ البنات میں ختم قرآن کی تقریب کا انعقاد

۲۸ ربیع الأول ۱۴۳۰ھ (۲۶ مارچ ۲۰۰۹ء): بروز جمعرات، جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ مدرسۃ البنات میں پرائمری جماعت کے سال پنجم تک ناظرۂ قرآن کریم مکمل کرادیا جاتا ہے سال پنجم کی ان طالبات کے ناظرۂ ختم قرآن کریم کے سلسلہ میں ایک تقریب مدرسۃ البنات میں منعقد ہوئی، اس موقع پر حسب معمول پردہ کے اہتمام کے ساتھ حضرت صدر جامعہ مدظلہم اور اکابر اساتذۂ دارالعلوم کی نشست کا انتظام کیا گیا تھا اس موقع پر حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: الحمدللہ مدرسۃ البنات کی پرائمری کلاس پنجم کی ۶۴ طالبات نے ناظرہ قرآن کریم تجوید اور تلفظ کی صحیح ادائیگی کے ساتھ ختم کرلیا ہے یہ بہت بڑی نعمت ان طالبات کو حاصل ہوئی ہے، سرکاری تعلیمی نصاب تو دوسرے عصری اداروں میں بھی پڑھایا جارہا ہے مگر وہاں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات اس عظیم نعمت سے محروم رہتے ہیں تاہم اب دینی مدارس کے ساتھ ساتھ بعض پرائیویٹ اسکولوں نے بھی اس ضرورت کو محسوس کرلیا ہے اور وہ بھی قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام کررہے ہیں اور اب ایسے ادارے بھی قائم ہورہے ہیں جہاں دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروری دینی تعلیم کا بندوبست بھی کیا گیا ہے۔

اپنے خطاب میں آپ نے ان بچیوں کی معلمات کی جدوجہد کو سراہا اور طالبات کو روزانہ تلاوت کی ترغیب دی اور پھر آپ ہی کی دعاء پر یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

حضرت رئیس الجامعہ کے اسفار

۲۸ ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ (۲۶ مارچ ۲۰۰۹ء) بروز جمعرات: جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم مولانا مفتی محمد طیب صاحب مدظلہم کی دعوت پر رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم جامعہ امدادیہ فیصل آباد تشریف لے گئے۔ آپ کے صاحبزادے جناب مولانا مفتی ڈاکٹر محمد زبیر اشرف عثمانی صاحب زید مجدہم بھی آپ کے ساتھ تشریف لے گئے۔

۲۹/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ: جمعہ کے روز مولانا مفتی محمد زبیر اشرف صاحب کا جامعہ امدادیہ کی مسجد میں خطاب ہوا، جمعہ کے بعد حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے درس حدیث دیا اور مغرب کے بعد حاضرین کے بڑے اجتماع سے خطاب ہوا۔

۳۰/ربیع الاول (۲۸/مارچ) ہفتہ کے روز مولانا محمد انور صاحب کے ہاں مدرسہ عربیہ اسلامیہ فیصل آباد میں حضرت رئیس الجامعہ نے طلبہ کو اجازت حدیث عنایت فرمائی اور دعاء کروائی۔ اسی روز حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہم کی دعوت پر شریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے علماء کرام، وکلا، پروفیسر صاحبان، طلبہ اور ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے عمائدین کی ایک بڑی تعداد سے خطاب فرمایا۔

یکم ربیع الثانی (۲۹/مارچ) اتوار کے روز جامعہ مدینۃ العلم سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس میں فارغ ہونے والے طلبہ کو اسناد دی گئیں حضرت والا مدظلہم نے اس میں شرکت فرمائی اور اجتماع سے خطاب فرمایا۔

مکاتب قرآنیہ کے اساتذہ سے خطاب

۷/ربیع الثانی/۱۴۳۰ھ (۴/مارچ ۲۰۰۹ء): بروز ہفتہ، دارالقرآن میں کراچی شہر میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے تحت چلنے والے مکاتب قرآنیہ کے اساتذہ کرام کا حسب معمول اجتماع ہوا، شرکاء سے حضرت مولانا عبداللہ صاحب میمن مدظلہم نے آدابِ تدریس کے موضوع پر خطاب فرمایا جس سے سامعین نے بہت فائدہ محسوس کیا۔

حیدرآباد کا سفر

۷/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ (۴/اپریل ۲۰۰۹ء): بروز ہفتہ، صدر جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم مظاہر العلوم حیدرآباد کے احباب بالخصوص مہتمم مدرسہ جناب مولانا محمد فصیح صاحب زید مجدہ کی دعوت پر حیدرآباد تشریف لے گئے جہاں بعد نماز مغرب ایک عام اجتماع سے آپ نے خطاب فرمایا، جس میں شہر کے عمائدین اور مختلف طبقات کے حضرات شریک تھے، آپ کی حیدرآباد تشریف آوری کی اطلاع پر حیدرآباد کے معروف مدارس کے حضرات اور شہری احباب کے علاوہ ٹنڈوالہ یار، نوابشاہ، ہالا، شہداد پور اور قرب و جوار کے دیگر علاقوں سے بھی لوگوں کی

آمد ہوئی جس میں ایک بڑی تعداد جامعہ دارالعلوم کراچی کے فضلاء کی بھی تھی۔

اپنے اصلاحی بیان میں آپ نے اسلامی اخلاق اپنانے کی ترغیب دی، وعدہ خلافی کرنے، جھوٹ بولنے اور امانت میں خیانت کرنے جیسے جرائم جو موجودہ دور میں عام مسلمانوں میں اس طرح رائج ہو گئے ہیں کہ اب ان کی برائی کا بھی احساس مٹ گیا ہے، ان منافقانہ اخلاق سے اپنے آپ کو بچانے کی طرف توجہ دلائی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگان دین کے واقعات سنا کر یہ واضح فرمایا کہ ایک وقت تھا کہ مسلمان اپنی سچائی، امانت داری اور وعدہ وفائی سے پہچانا جاتا تھا، جبکہ اب معاملہ برعکس ہو گیا ہے، حدیث مبارک کے حوالے سے آپ نے ان منافقانہ اخلاق سے پرہیز کرنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت والا مدظلہم نے حیدرآباد سے متعلق اپنی خوشگوار یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے ساتھ جب وہ ہجرت کر کے پاکستان آئے تو پاکستان میں سب سے پہلی شب انہوں نے حیدرآباد ہی میں گذاری تھی اس کے بعد صبح کو کراچی تشریف لے گئے تھے۔ اسی دن عصر کے بعد علماء کرام سے ایک خصوصی نشست بھی جامعہ مظاہر العلوم کے کتب خانہ میں رہی، جبکہ اگلے دن اساتذہ جامعہ مظاہر العلوم سے آپ کا خصوصی خطاب بھی ہوا حضرت والا کے ساتھ اس سفر میں مولانا محمد یونس صاحب، جناب محمد اشرف ملک صاحب، جناب محمد مشتاق ستی صاحب، جناب وحید اقبال صاحب اور راقم الحروف بھی تھے۔

اجلاسِ وفاق میں شرکت

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کیلئے ملتان تشریف لے گئے۔ وفاق المدارس اکابر علماء دیوبند کا قائم کردہ ادارہ ہے، جو اس کے موجودہ صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم العالیٰ کی نگرانی میں بفضلہ تعالیٰ مصروف عمل ہے، حضرت صدر وفاق مدظلہم نے اس ادارے سے وابستگی کو وسیع تر بنانے اور اس کے اہداف کو عملی شکل میں آگے بڑھانے میں جس جانفشانی اور لگن کا پیہم مظاہرہ فرمایا ہے وہ قابل رشک بھی ہے قابل تقلید بھی، اللہ تعالیٰ حضرت مدظلہم کی صحت وعمر میں مزید برکت عطا فرمائیں۔ آمین۔

وفاق المدارس کا یہ ادارہ، دینی جامعات و مدارس کے تعلیمی نظام کو مستحکم، عصری تقاضوں سے ہم آہنگ

رکھنے اور اشاعت دین کے راستے میں پیدا ہونے والے مختلف چیلنجز کو قبول کرنے کی بہتر استعداد پیدا کرنے میں اپنی آئینی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہے، درس نظامی کے پانچ تعلیمی مراحل کے آخری سالوں کا امتحان وفاق المدارس کے تحت ملک بھر بیک وقت شروع ہوتا ہے، اور سینکڑوں اساتذہ کرام کوایک مرکز پر جمع کر کے تمام جوابی کاپیاں جانچنے ۔بعدازاں پوزیشن تیار کرنے کے عمل کو ایک ماہ میں مکمل کر کے انٹرنیٹ اور اخبارات میں سالانہ نتائج کا اعلان کردیا جاتا ہے، بلاشبہ یہ وفاق کی انتظامی صلاحیت کا شاندار مظاہرہ ہے۔

وفاق المدارس ادارے کی حیثیت سے نہ ملکی سیاست میں دخیل ہوتا ہے، نہ کسی سیاسی جماعت کی حمایت یا مخالفت کرتا ہے، اسی طرح وفاق اہل علم کے درمیان اجتہادی مسائل کے کسی اختلاف میں بھی حصہ نہیں لیتا۔ سیاسی اور فقہی معاملات میں وفاق کا غیر جانبدار رہنا اس کی آئینی پالیسی کا حصہ ہے اور تمام مدارس کو باہم مربوط رکھنے اور تعلیمی امور میں یک جہتی قائم کرنے میں اس اصول کا بڑا دخل ہے، اس سال وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ کے حالیہ اجلاس (جو مجلس عاملہ کے اجلاس کے اگلے ہی دن تھا) میں ناظم وفاق المدارس جناب مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب زیدمجدہم نے ایک سلسلۂ گفتگو میں اس بات کو تازہ بھی فرمایا کہ وفاق جس طرح سیاست میں غیر جانبدار ہے اسی طرح فقہی مسائل میں بھی وہ غیر جانبدار ہے۔ الحمدللہ وفاق نے خود کو اپنی آئینی حدود میں رکھ کر تعلیمی امور پر بھر پور توجہ مرکوز رکھی ہے، یہ مدارس کے تعلیمی انتظام کو مزید بہتر بنانے میں معاون رہے گی اور وفاق بحیثیت ایک مشترکہ ادارے کے تمام مدارس و اہل مدارس کو مربوط رکھنے میں اپنا کردار ادا کرتا رہے گا۔

وفاق المدارس کے معاملات باہمی مشاورت سے طے کئے جاتے ہیں اس سال بھی بعض امور زیر مشاورت تھے، جس میں مدرسۃ البنات کے حوالہ سے نصاب اور عنوانِ سند کا معاملہ زیر غور رہا، طویل مشاورت کے بعد طے کیا گیا کہ موجودہ نصاب میں شہادۃ العالمیۃ کی سند نہیں دی جائے گی بلکہ عالیۃ کی سند دی جائے گی اور طالبات کو عالمیۃ کی شہادۃ کیلئے مزید دو سالہ نصاب کی تکمیل کرنی ہوگی۔ اور طالبات کیلئے پہلے سے جاری شدہ دراسات دینیہ کے نصاب کو تین سالہ کے بجائے دو سالہ کردیا جائے گا اس طرح طالبات کیلئے مندرجہ ذیل تین مرحلے میسر رہیں گے:

(الف) دراسات دینیة (ب) العالیة (ج) العالمیة

ان تینوں مراحل کیلئے نصابی ترتیب ایسی قائم کی جائے گی کہ جو طالبات مسلسل تمام مراحل پڑھنا

چاہیں ان کا سلسلہ تعلیم بھی باہم مربوط رہے، ان مراحل کے نصابی مواد اور اس کی ترتیب کا کام وفاق المدارس کی نصابی کمیٹی کے سپرد کیا جانا طے ہوا۔

نصابی کمیٹی کے حضرات کا بھی دوبارہ انتخاب عمل میں آیا، جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ حدیث حضرت مولانا رشید اشرف صاحب کو جو پہلے ہی سے اس کمیٹی کے رکن تھے، بدستور رکن رکھا گیا جبکہ اس کمیٹی کی صدارت کیلئے رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی مدظلہم کا نام پیش کیا گیا۔ حضرت والا نے اپنی سابقہ مصروفیات کے پیش نظر اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے معذرت فرمائی، بعد میں ناظم وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندہری صاحب زیدمجدہم نے اصرار فرمایا اور حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے مشاغل کے پیش نظر یہ تجویز رکھی کہ:

اس کمیٹی کا یہ اجلاس جامعہ دارالعلوم کراچی ہی میں رکھا جائے گا اس کے اجلاس کی تاریخ حضرت کے اوقات کی رعایت سے طے کی جائے گی اس کے اجلاس میں جتنی دیر حضرت شرکت فرماسکیں، اتنی دیر شرکت فرمالیں بقیہ اوقات کیلئے حضرت کسی کو اپنا جانشیں بنادیا کریں۔ حضرت مولانا رشید اشرف صاحب زیدمجدہ اس کام میں آپ کے معاون ہوں گے۔

ان تفصیلات کے پیش نظر رئیس الجامعہ مدظلہم نے اپنے رفقاء سے مشورہ فرما کر نصابی کمیٹی کی سربراہی کو قبول فرمالیا۔ اجلاس میں مولانا محمد یوسف کشمیری صاحب زیدمجدہم کو اس نصابی کمیٹی کا داعی بھی طے کیا گیا۔

دوسرا قابل مشاورت موضوع العالمیۃ سال اول (درجہ موقوف علیہ) کے سالانہ امتحانات وفاق کے تحت لئے جانے کا تھا، جامعہ دارالعلوم کراچی اور دیگر بہت سے مدارس کی رائے تعلیمی اور کچھ انتظامی مصالح سے یہی ہے کہ ہر ہر سال کا سالانہ امتحان وفاق اپنے ذمہ نہ لے البتہ بعض مصالح کے پیش نظر ایک رائے یہ بھی ہے کہ وفاق ہر سال کا امتحان لے اور موقوف علیہ کا امتحان رواں سال سے شروع کردیا جائے۔

ناظم وفاق زیدمجدہم نے مجلس عاملہ کی اس موضوع پر مشاورت کا خلاصہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ: الحمدللہ اس موضوع پر بڑے اہتمام سے مشاورت ہوئی، سب حضرات نے پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنا اپنا موقف پیش کیا اور دوسرے حضرات کے موقف کو پوری ہمدردی سے سنا۔ مشاورت کے اس پرکیف تأثر کے ساتھ یہ فرمایا کہ:

اب یہ طے کیا گیا ہے کہ ہر سال کے امتحان کی تجویز کو تو روک دیا جائے، اور صرف عالمیہ سال اول کا سالانہ امتحان وفاق کے تحت لینے کا عمل اس سال تجرباتی طور پر کرلیا جائے۔ وفاق المدارس نے موقوف علیہ کے اس سال کے تجرباتی سالانہ امتحان میں جن ۴ نصابی کتابوں ((۱) شرح عقود رسم المفتی (۲) الھیئۃ الوسطی (۳) اسلام اور جدید معیشت وتجارت (۴) آئینہ قادیانیت) کو ساقط کردیا ہے اس معاملہ کا بھی جائزہ نصابی کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سال کے عملی تجربہ اور نصابی کمیٹی کے غور وفکر کے بعد پیش ہونے والی رائے کی روشنی میں مزید غور وفکر کرکے یہ مسئلہ دوبارہ مجلس میں پیش کیا جائے گا اور مستقل عمل کا فیصلہ کیا جائے گا۔

بفضلہٖ تعالیٰ تجرباتی عمل کے فیصلہ کو شوریٰ نے پسند کیا، اللہ تعالیٰ آئندہ کیلئے جو بات تعلیمی مصالح کیلئے بہترین ہو وہ طے کرادیں۔ آمین۔

وفاق المدارس کے مختلف اجلاس، مشاورتی کمیٹیاں اور ان کے اجلاس، جہاں تعلیمی امور کیلئے مفید ثابت ہوتے ہیں وہ علماء کرام اساتذہ اور تلامذہ کے باہمی ربط ومحبت میں اضافہ کا بھی ذریعہ بنتے ہیں چنانچہ اس اجلاس میں بھی، ملک کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے علماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم العالی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور دیگر اکابر سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ بحمد اللہ وفاق کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے اس اجلاس میں جامعہ دارالعلوم کی طرف سے مولانا رشید اشرف صاحب زید مجدہ اور راقم الحروف بھی شریک ہوئے تھے اور حسن اتفاق یہ بھی تھا کہ روانگی اور واپسی دونوں سفر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی معیت میں ہی ہوئے، ایئرپورٹ پر انتظار کی کچھ گھڑیاں بھی ساتھ ہی گذریں ان اوقات میں اپنے بزرگوں کا باہمی ربط، بعض مسائل میں اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کا شخصی احترام اور دینی محبت کے جو مناظر نظر افروز ہوئے وہ باعث مسرت بھی تھے اور سبق آموز بھی، اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اکابر کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھیں۔ آمین۔

حضرت نائب رئیس الجامعہ کا سفر پشاور

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ (۹ اپریل ۲۰۰۹ء): حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی پشاور تشریف لے گئے جہاں ۹ اپریل کو آپ نے خیبر بنک کی

شریعہ کمیٹی کے ارکان کے ہمراہ وزیراعلیٰ صوبۂ سرحد سے اور ۱۰؍اپریل کی صبح گورنر صوبۂ سرحد جناب اویس غنی صاحب سے ملاقات کی، اور خیبر بنک کے بارے میں نئے مسودۂ قانون کے سلسلے میں انہیں اپنے موقف سے آگاہ فرمایا۔

طلبہ سے خطاب

۱۶؍ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ (۱۳؍اپریل ۲۰۰۹ء): پیر کے دن مغرب کے بعد جامع مسجد دارالعلوم کراچی کے مرکزی ہال میں دارالعلوم کراچی کے رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے طلبہ سے خطاب فرمایا، آپ نے فرمایا کہ طلبہ مجاہدے کی زندگی بسر کرتے ہیں اور مجھے اس مجاہدے کا اندازہ ہے اس لئے کہ میں نے بھی مجاہدے کی یہ زندگی بسر کی ہے، اپنے گھر اور وطن کو چھوڑ کر پردیس کی زندگی واقعی بڑا مجاہدہ ہے۔ مجھے اپنی زندگی کے جو لمحات سب سے زیادہ عزیز ہیں ان میں میرے وہ لمحات بھی ہیں جو طلبہ کے ساتھ گذرتے ہیں۔ الحمدللہ طلبہ کے عقائد اور لین دین کے معاملات وغیرہ تو بالعموم درست ہوتے ہیں البتہ ان میں معاشرت کے آداب کی بہت کمی محسوس ہوتی ہے، اس کو دور کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ بات کرنے کا صحیح سلیقہ سیکھنے کی ضرورت ہے، ملنے ملانے کے آداب پر عمل کرنے اور طے شدہ نظم وضبط کے مطابق زندگی گذارنے کی عادت ڈالنے کی ضرورت ہے، الحمدللہ دارالعلوم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا باغ و بہار بنایا ہے کہ اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے یہاں ہر کام کیلئے ایک طے شدہ نظم ہے، اس نظم کے مطابق یہاں زندگی گذاریں، ویسے تو آداب معاشرت کے ہزاروں نہیں لاکھوں جزئیات ہیں مگر آنحضرت ﷺ نے ان تمام آداب کا خلاصہ اور لب لباب بڑے ہی مختصر الفاظ میں یوں بیان فرمادیا ہے کہ: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، یعنی مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، چنانچہ آپ اپنے کسی قول وعمل سے اپنے کسی بھی ساتھی کو ادنیٰ تکلیف نہ پہنچائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان آداب پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ جناب مولانا خلیل الرحمٰن چترالی صاحب زیدمجدہ کے والد ماجد محترم جناب نوشیروان صاحب مختصر علالت کے بعد بروز پیر ۱۶؍مارچ ۲۰۰۹ء کو انتقال فرماگئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔